قال النبی ﷺ **ثمرة نضیجة** (رواہ ابن ماجہ)

ثمین الدراری

مقدمۃ صحیح البخاری

مؤلف

شیخ الحدیث حضرت مولانا ابو محمد عبد الباقی صاحب

رئیس جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم کوئٹہ

نشر و عت شعبہ اشا

جامعۃ اسلامیہ مفتاح العلوم

نیواڈہ مدرسہ روڈ
کوئٹہ بلوچستان

قال النبی ﷺ **ثمرة نصيحة** (رواہ ابن ماجہ)

ثمين الدراري

مقدمة صحيح البخاري

تالیف

شیخ الحدیث ابو محمد حضرت مولانا **عبد الباقی** صاحب مدظلہ العالی

رئیس

جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم

نیواڈہ مدرسہ روڈ کوئٹہ بلوچستان

نام کتاب: ثمین الدراری مقدمہ صحیح البخاری

تالیف: شیخ الحدیث ابو محمد حضرت مولانا عبد الباقی صاحب مدظلہ
استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم کوئٹہ

سن اشاعت: ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء

تعداد: (ایک ہزار ۱۰۰۰)

ڈیزائننگ: راز محمد راز مرکز کتابت کوئٹہ

نشرو اشاعت شعبہ

جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم کوئٹہ
نیو اڈہ مدرسہ روڈ کوئٹہ بلوچستان

فہرست مضامین

ثمین الدراری مقدمۃ صحیح البخاری

جامعۃ اسلامیہ مفتاح العلوم

کا مختصر اجمالی تعارف

جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم کوئٹہ بلوچستان کی عظیم دینی درسگاہ ہے جو کہ ۱۹۷۸ء میں قائم ہوئی وقت قیام سے تاحال مسلسل عوام وخواص کا مرجع مسائل کے حل کیلئے خاص کر علوم دین کے پیاسوں کیلئے سیرابی کا باعث بنا ہوا ہے۔

الحمد للہ ! جامعہ ہذا سے ہر سال بڑی تعدا میں علماء کرام، حفاظ وقراء حضرات فارغ التحصیل ہورہے ہیں، جامعہ ہذا سے اب تک الحمد للہ ہزاروں کی تعداد میں علما کرام، حفاظ اور قراء حضرات سند فراغت حاصل کرچکے ہیں جو کہ اب مختلف علاقوں میں تمام دینی شعبوں میں درس وتدریس، خطابت سرانجام دے رہے ہیں۔

جامعہ ہذا سے بعض فارغ التحصیل طلباء کرام نے اپنے اپنے علاقوں میں دینی مدرسے قائم کئے ہیں اور نہایت اخلاص کے ساتھ دینی امور سرانجام دے رہے ہیں۔ جیسے:

الحمد للہ ! جامعہ ہذا کی صوبہ کے مختلف علاقوں میں شاخیں قائم ہیں خاص کر کوئٹہ شہر میں چھوٹی شاخوں کے علاوہ قابل ذکر شاخیں تندہی وتیزی سے دینی خدمات سرانجام دے رہیں ہی۔ جیسے:

(۱)۔ چکی شاہوانی کلی سردار آباد۔

(۲)۔ بالمقابل ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفس نزد مگسی ہاوس سریاب روڈ کوئٹہ پر قائم ہے۔اس عظیم دینی درسگاہ میں (بشمول شاخیں) 30 اساتذہ کرام جبکہ مختلف عملہ 35 کی تعداد پر مشتمل ہے۔

اساتذہ کرام شب و روز تفاسیر قرآن کریم ،علوم نبوی ﷺ و دیگر فنون پڑھارہے ہیں ۔مرکز اور دونوں برانچوں میں تقریباً 900 (نو سو) طلباء کرام بلامعاوضہ تعلیمی زیور سے آراستہ ہورہے ہیں۔اکابرین علماء دیوبند کے فرمان کے مطابق الحمدللہ جامعہ کوتمام سرکاری اداروں کے تعاون سے دُور رکھا گیا ہے۔

الحمدللہ! ایک اور خصوصیت اور امتیازی شان جو جامعہ کو حاصل ہے۔وہ یہ کہ اکابرین علماء کرام بزرگان دین کی آمدورفت کا مرکز اور روحانی تعلق کا منبع رہا ہے تبرکاً بطور یادگاران روحانی پیشواوں کے اسماء گرامی ہدیہ قارئین ہیں۔

(۱) شیخ حافظ الحدیث والقرآن قطب العارفین حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستیؒ۔

(۲) پیر طریقت مرشد کامل جامع معقول والمنقول حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؒ (بیر والے)

(۳) مفکر اسلام حامل کمالاتِ علمی حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ۔

(۴) قاطع شرک وبدعت مبلغ الاسلام شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ۔

(۵) مفسر قرآن، ماحی شرک وبدعت حضرت مولانا محمد طاہر صاحبؒ (پنج پیر والے)۔

(٦) امام سیاست پاک وہند حضرت مولانا اسعد مدنی صاحبؒ۔

(۷) جامع معقول والمنقول محدث کبیر حضرت مولانا سحبان محمود صاحبؒ۔

(۸) محقق نبیل عالم باعمل حضرت مولانا حبیب اللہ مختار صاحبؒ۔

(۹) مرشد کامل حضرت مولانا عبدالصمد ہالجوی صاحب۔

(۱۰) جامع معقول والمنقول حضرت مولانا عبدالرءوف صاحبؒ۔ (حیدرآباد والے)

(۱۱) بقیۃ السلف شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ۔

(۱۲) مفسر جلیل مناظر ملت وکیل احناف حضرت مولانا منظور احمد نعمانی صاحب (ظاہر پیر پنجاب)

(۱۳) رئیس دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب مدظلہ عالی۔

(۱۴) فخر مفتیان عظام حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی۔

(۱۵) امیر عزیمت شہید ملت حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ۔

(۱۶) مؤرخ الاسلام حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب شہیدؒ۔

(۱۷) حضرت مولانا اعظم طارق صاحب شہیدؒ۔

(۱۸) مناظر اسلام علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ۔

(۱۹) حضرت مولانا سعید احمد مدنی صاحب (تبلیغی جماعت)۔

(۲۰) حضرت مولانا مفتی جمیل صاحب (سابقہ پیش امام رائیونڈ مرکز)۔

(۲۱) حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری (ختم نبوتﷺ)۔

(۲۲) حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی امیر ختم نبوتﷺ۔

(۲۳) رئیس جامعہ فاروقیہ کراچی شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ عالی۔

(۲۴)۔خطیب العصر حضرت مولانا عبدالمجید ندیم صاحب۔

(۲۵) شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا شریف اللہ خان صاحبؒ (رحیم یار خان)

(۲۶) مفسر قرآن حضرت مولانا اختر محمد صاحب (قلات)۔

(۲۷) شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا شیخ شفیق الرحمٰن صاحب درخواستیؒ

(۲۸) مناظر ملت حضرت مولانا منظور احمد مینگل صاحب (کراچی)۔

(۲۹) شیخ النحو مفتی غلام قادر ٹیڑھی والاؒ

(۳۰) شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام محمد کولاب جیلؒ



مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی منّ علینا بجزیل النِعم. والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ نبیّہ سیّد العرب والعجم. المخصوص بکتابٍ نسخ شرائع من سبق وتقدّم. و بامّۃ ھی افضل الامم. وعلیٰ آلہ واصحابہ مصابیح الظّلم.

اما بعد : عرصہ دراز سے تدریس صحیح بخاری کے دوران احباب درس کچھ لکھنے کی تمنّا رکھتے تھے اور ترغیب دیتے تھے۔ مگر احقر اس کام کیلئے ذہناً تیار نہیں تھا۔ اس عظیم کتاب جس کا کتاب اللہ کے بعد کا درجہ ہے۔ ایک کم علم، کم صلاحیت والا، صحیح بخاری پر کسِ طرح شرح لکھ سکتا ہے۔ لیکن احباب مخلصین اپنی موقف پر مصر رہے، بار بار اصرار کرتے رہے۔ بہت غور وخوض کے بعد طبیعت میں کچھ میلان پیدا ہوا۔ شاید اللہ تعالیٰ اس بندۂ ناچیز کو توفیق عطا فرمائیں۔ پس توکّلاً علی اللہ تعالیٰ وثِقتہً بہ تلامذہ کے مطالبہ پر قلم اٹھایا۔

شیوخ کی تحقیقات کو مدنظر رکھ کر تحریر کا آغاز کیا۔ شیوخ میں سے قابلِ ذکر مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور علامہ محمد یوسف بنوری صاحبؒ اور مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہ العالیہ، ان حضرات جیسی تحقیق کرنا مجھ جیسے کم علم کیلئے ممکن نہیں۔ لیکن حتی المقدور اپنی استطاعت کے مطابق کوشش میں تقصیر نہیں کی ہے۔ اور مأخذ کی طرف رجوع کرنا اور مأخذ کے ذکر کرنے کا اہتمام بھی مدنظر رکھا گیا ہے، اور صدقۂ جاریہ کی امید سے لکھا گیا ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم.



افادتکم النعماء منّی ثلاثة
یدی ولسانی والضمیر المحجّبا
وذٰلک فی ذات الاٰله وان یشاء
یبارک علی اوصال شلوٍ ممزّع

ابومحمد عبدالباقی عفی اللہ عنه
۱۸ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ
۲۵ دسمبر ۲۰۱۰ ع
یوم السّبت.

ضروری یادداشت

ہر علم کے شروع کرنے سے پہلے درج ذیل امور کا پہچاننا ضروری ہوتا ہے اور مدد ومعاون ثابت ہوتا ہے۔

(۱) تعریف (۲) موضوع (۳) غرض (۴) وجہ تسمیہ۔

تعریف

تعریف علم حدیث: حدیث کا معنیٰ لغت میں جدید وخبر وقول کے ہیں۔

تعریف علم حدیث اصطلاح میں: اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے حضور ﷺ کے اقوال، افعال، اور اوصاف پہچانے جائیں.

تعریف: وهو علم يعرف به ما نُسب الىٰ رسول الله ﷺ قولاً اوفعلاً اوصفةً.

موضوع

علم حدیث کاموضوع: حضور ﷺ کے اقوال اور افعال کو کہتے ہیں۔ بعض علماً کے نزدیک ذات النبی ﷺ حدیث کا موضوع ہے۔ رسالت ونبوت کی حیثیت سے نہ کہ بشریت کے اعتبار سے۔ کیونکہ وہ علم طب کا موضوع ہے۔

موضوع: ﴿اقوال النبی ﷺ و افعاله. وقال بعضهم ذات النبی ﷺ من حيث الرسالة والنّبوة لا من حيث البشرية، لانه موضوع الطّب﴾.

غرض

حدیث کا غرض دنیا اور آخرت کی سعادت اور کامیابی حاصل کرنا. **الفوز بسعادة الدارين.**

وجہ تسمیّہ

حدیث کو حدیث اس لئے کہتے ہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے۔حدیث، حادث سے مأخوذ ہے جو کہ قدیم کا ضد ہے۔(بمعنیٰ نیا)۔

دوسری وجہ : حدیث قول کو کہتے ہیں۔اس صورت میں تسمیة الشئ باسم جزئه الاعظم کے قبیلے سے ہوگا۔

تیسری وجہ :حضرت عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث مأخوذ ہے قرآنی آیت سے، واما بنعمت ربك فحدّث. رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بیان فرماتے ہیں۔

فضیلت علم حدیث،اور حاجت وضرورت علم حدیث

علم حدیث کا مرتبہ دو اعتبار سے ہے۔ایک اعتبار سے دوسرے نمبر پر ہے۔اس لئے کہ اول نمبر قرآن کریم کا ہے۔دوسرا اعتبار تعلیم کا ہے۔اس حیثیت سے حدیث کا مرتبہ آخر میں ہے۔جیسا کہ حدیث پڑھانے کا طریقہ ہے تمام کتب پڑھانے کے بعد پڑھایا جاتا ہے۔جمہور محدثین متکلمین کے نزدیک علم تفسیر سے علم حدیث کا درجہ زیادہ ہے۔اس لئے کہ تفسیر کا موضوع الفاظ قرآن ہیں۔حدیث کا موضوع ذات رسالت مآب ﷺ ہے۔

حدیث کا مقام ائمہ کرام کے نزدیک

امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: ﴿لولا السّنة ما فهم القرآن منّا احدٌ.﴾

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ﴿جميع ما تقوله الائمّةُ شرحٌ للسنة

وجميع ما تقوله السّنة شرح للقرآن.﴾

﴿عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ اللّهم ارحم خلفائی. قلنا ومن خلفائک یا رسول الله؟ قال الذین یحفظون احادیثی ویبلّغونها الی الناس. وقال ﷺ انّ اولی الناس بی یوم القیامة اکثرهم علیّ صلوٰة و قرأة الحدیث تستلزم کثرة الصلوٰة علیه ﷺ .﴾

حکم شرعی

جس مقام پر صرف ایک مسلمان ہو اس پر علم حدیث کا پڑھنا فرض عین ہے۔ جہاں بہت مسلمان ہوں ان پر فرض کفایہ ہے۔ یہی حکم علم فقہ کا ہے۔

حجیّۃ الاحادیث

حجیۃ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم دلیل ہے اسی طرح حدیث رسول اللہ ﷺ بھی دلیل ہے۔ جس طرح قرآن مجید سے استدلال کیا جاتا ہے اسی طرح حدیث سے استدلال درست ہے۔ حجیۃ حدیث کو موضوع بنا کر بحث کرنے کی اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ ایک فرقہ ہے جسکو منکرین حدیث کہا جاتا ہے۔ (یعنی پرویزی)۔ وہ اپنے کو اہل قرآن کہتے ہیں، حدیث کا انکار کرتے ہیں۔ منکرین حدیث کے کفر پر علما کا متفق علیہ فتویٰ ہے۔

اس فرقۂ باطلہ کا نظریہ

(۱) قرآن کریم کو ہر آدمی اپنے دماغ سے سمجھ سکتا ہے۔ حدیث کی ضرورت کیا ہے۔

(۲) نبی کریم ﷺ کے اقوال اس زمانے کیلئے مخصوص تھے، ہمیشہ کیلئے

معتبرنہیں ۔ کیونکہ حالات بدلتے رہتے ہیں حالات کے ساتھ احکام میں بھی تغیر آجاتی ہے۔

(۳) نبی کریم ﷺ کے اقوال معتبر ہیں ، چونکہ باوثوق ذریعہ سے ہم تک نہیں پہنچے ہیں۔اس لئے ہم ماننے کے پابندنہیں ہیں۔

منکرین حدیث کا یہ دعوٰی اور نظریہ نقلی اور عقلی دلائل کے اعتبار سے باطل اورغلط ہے۔

اس باطل فرقہ کے نظریہ کی تردید اور حدیث کی حجیۃ ثابت کرنے کیلئے قرآن حکیم کی چند آیتیں پیش کرکے انکے باطل دعوٰی کوغلط ثابت کیا جائیگا۔

(۱) وما اٰتاکم الرّسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا واتقوا اللّه انّ اللّه شديد العقاب.

(۲).قل ان کنتم تحبّون اللّه فاتّبعونی يحببکم اللّه ويغفرلکم ذنوبکم واللّه غفوُرالرّحيم.

(۳) ياايّهاالذين آمنوا اطيعوا اللّه واطيعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیءٍ فردّوه الی اللّه والرّسول ان کنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ذٰلک خيرٌ واحسن تأويلا.

(۴).وانزلنا اليک الذکر لتبيّن للناس ما نزّل اليهم ولعلّهم يتفکرون.

(۵). من يطع الرسول فقد اطاع الله.

(۶). ياايّها الذين آمنوا استجيبوا للّه وللرّسول اذا دعاکم لما يحييکم.

(۷). لاتجعلوا دعاء الرّسول بينکم کدعاء بعضکم بعضاً

قد یعلم الله الذین یتسلّلون منکم لواذاًفلیحذر الّذین یخالفون عن امره ان تصیبهم فتنةٌ او یصیبهم عذابٌ الیم.

(۸). فلا وربّک لا یؤ منون حتیٰ یحکّموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجاً ممّا قضیت ویسلّموا تسلیماً.

(۹). وما کان لمؤمنٍ ولا مؤمنةٍ اذا قضی الله ورسوله امراً ان یکون لهم الخیرة من امرهم .ومن یّعص الله ورسوله فقد ضلّ ضلالاً مبینا.

(۱۰).ماکان لبشرٍ ان یّکلّمه اللّه الاّ وحیاً اومن وراءِ حجابٍ او یرسل رسولاً.

(۱۱)وما جعلنا القبلة التی کنت علیها الی آخر الآیة.

(۱۲)علم اللّه انّکم کنتم تختانون انفسکم.الآیة.

(۱۳)کلوا واشربوا حتّیٰ یتبیّن لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر.

یہ چند آیتیں قرآن کریم سے حجیت حدیث کیلئے پیش کیے گئے۔استدلالاً ان مذکورہ آیات کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں،طوالت کتاب کی وجہ سے انکوترک کیا گیا۔ مشتی نمونہ ازخروار کافی ہے۔ان مذکورہ بالا آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر حدیث کے نہ قرآن سمجھ میں آسکتا ہے نہ اتباع رسول کا فائدہ ہے۔حالانکہ اتّباع رسول ﷺ میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت رکھی ہے اور عدم اتباع میں ضلالت۔

حجیّت حدیث پر عقلی دلائل

قرآن کریم میں اجمالاً ہر چیز کا بیان ہے۔ان چیزوں کا تعلق چاہے دینی امور سے ہو یا دنیوی امور سے۔جیسا کہ قرآن کریم کی آیت میں بیان کیا گیا ہے:

﴿ونزّلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیءٍ وھدی ورحمۃوبشریٰ للمسلمین﴾.

مگر تفصیل ہر چیز کی اور تشریح حدیث سے ثابت ہے، مثلاً نماز کے اوقات خمسہ، اور تعداد رکعات اور مراتب فرائض وواجبات کی تفاصیل۔ صوم وزکوٰۃ کے مفصّل احکام، حج کے مناسک، قربانی وغیرہ کے مسائل، بیع وشراء، امور خانہ داری، ازدواجی معاملات اور معاشرت کے قوانین۔ ان سب امور کی تفصیل حدیث ہی سے ثابت ہے۔

محرّمات

بول وبراز، کتے گیدڑ، گدھا، بلی، چوہا کی حرمت قرآن کریم سے ثابت نہیں۔ بلکہ ذکر تک نہیں۔ اس اعتراض سے بچنے کیلئے منکرین حدیث ان جملہ اشیاء خبیثہ کی حلّت کے قائل ہیں۔ بعض منکرین حدیث نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں چار حرام چیزوں کے سوا باقی ہر چیز کا کھانا فرض ہے۔ کھانے سے انکار کر دینا گناہ اور خدا کے حکم کی معصیت ہے۔ یعنی کتّا، گدھا، گیدڑ، بلی، چوہا، حتیٰ کہ پیشاب پاخانہ وغیرہ کھانا فرض ہے۔

﴿سوّد اللہ وجوھھم وختم اللہ قلوبھم.﴾

منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ حدیث باوثوق اور بااعتماد طریقہ سے ہم تک نہیں پہنچا ہے۔ اس لئے ہم حدیث کو حجت نہیں مانتے ہیں۔

تنبیہ: قرآن بھی تو انہی وسائط سے ہم تک پہنچا ہے۔ پس قرآن پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ عملی طور پر قرآن کے بھی منکر ہیں۔ جس طرح حدیث کے منکر ہیں

لسانی طور پر بھی انکار کریں۔صرف زبانی دعویٰ سے کام نہ بنا ہے نہ بن سکتا ہے۔انکار حدیث قرآن کے انکار کو مستلزم ہے۔بہت سے احکام کا نسخ قرآن میں مذکور ہے۔مگر منسوخ کا ذکر قرآن میں کہیں مذکور نہیں ہے۔وہ حکم منسوخ حدیث سے ثابت ہے۔ مثلاً،تحویل قبلہ اور ابتداء اسلام میں لیالی رمضان میں بعد از نوم اکل وشرب وبعال کی ممانعت کہیں قرآن میں ذکر نہیں۔ یہ ممانعت والا حکم حدیث سے ثابت ہے۔اس حدیث والے حکم کو قرآن نے منسوخ کیا۔جو حدیث کی حجیت پر واضح ثبوت ہے۔

تدوین حدیث

تدوین باب تفعیل کا مصدر ہے،دوّن، یدوّن ، تدویناً دیوان سے ماخوذ ہے۔جس کا معنیٰ ہے ترتیب دینا اور رجسٹر میں نام لکھنا۔ (یعنی لکھنے کو تدوین کہتے ہیں)۔تدوین حدیث سے غرض یہ ہے کہ عہد رسالت ﷺ اور عہد صحابہؓ میں حدیث لکھی گئی ہے یا نہیں۔حدیث لکھنے کے متعلق نبی ﷺ سے اجازت یا ممانعت کی کوئی ثبوت ثبات ہے یا نہیں ۔اسکے متعلق کتب احادیث سے کچھ ثبوت پیش کئے جائینگے اور منکرین حدیث کے استدلالات اور اشکالات کے جوابات بھی ددیئے جائینگے۔

منکرین حدیث کا اشکال

پرویزی فرقہ : جسکے کفر پر علماً کا متفقہ فتویٰ ہے، بڑے زور وشور سے ایک حدیث کو اپنے دعویٰ کیلئے بنیاد بنا کر پیش کرتے ہیں۔وہ حدیث ابوسعید خدریؓ کی ہے،جسکی تخریج امام مسلمؒ نے کی ہے،جسکے الفاظ یہ ہیں:

﴿عن ابیٰ سعیدن الخدریؓ انّ رسول اللّٰه ﷺ قال لا

تکتبوا عنّی و من کتب عنّی غیر القرآن فلیمحه.﴾

پرویزی کہتے ہیں کہ اگر حدیث قابل عمل معتبر واجب الاتباع ہوتا تو نبی کریم ﷺ کتابت سے منع نہ فرماتے۔

جواب

اس سوال کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔ان میں سے چند کے ذکر کو کافی شافی سمجھتے ہیں۔تا کہ بحث طویل نہ ہو۔

(۱)۔یہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ قرآن اور غیر قرآن کو ملا کر لکھیں۔اس طرح اختلاط ہو۔فرق کرنا مشکل ہو،قرآن کا غیر قرآن سے۔

(۲) عمداً اختلاط نہ کریں مگر التباس کا شبہ پیدا ہو۔شبہ سے اجتناب کرنے کیلئے لکھنے سے منع کیا گیا۔تا کہ قرآن کیساتھ غیر کا شبہ بھی نہ رہے۔

(۳) عہد رسالت ﷺ میں کاتبوں کی تعداد کی کمی تھی۔قرآن اور حدیث دونوں کو لکھ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے منع کیا گیا۔ تا کہ امت حرج میں مبتلا نہ ہوں۔جب کاتبوں کی تعداد زیادہ ہوگی خود بخود لکھنے کا اہتمام کریں گے۔

(۴) قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں حجت ہیں۔ دونوں سے احکام مستنبط ہوتے ہیں۔بخلاف حدیث کے کہ اس کا صرف معنیٰ حجت ہے۔حدیث کے الفاظ حجت نہیں ہیں۔ اگر حدیث بھی قرآن کی طرح لکھنے کی وجہ سے قطعی بنتی تو اجتہاد کا دروازہ بند ہو جاتا۔ واجب ،سنت، استحباب وغیرہ کے مراتب ثابت نہ ہوتے۔امت حرج میں مبتلا ہو جاتی۔

(۵) نہی مقدم منسوخ ہے۔اذن مؤخر ناسخ ہے۔ یہ ممانعت عارضی تھی،

دائی نہیں۔اس لئے منسوخ ہوگئی۔

(٦)۔کتابت حدیث سے اس لئے منع کیا گیا تاکہ لوگ صرف کتابت پر توکل نہ کریں بلکہ حفظ کیطرف توجہ دیں۔

حاصل کلام

اگرچہ کلی طور پر عہد رسالت ﷺ وعہد صحابہ ؓ میں کتابت حدیث نہیں تھی۔مگر جزوی طور پر کتابت کا ثبوت موجود ہے۔نبی ﷺ کی اجازت اور آپکے امر سے صحابہ ؓ نے حدیثیں لکھی ہیں۔ثابت کرنے کیلئے مستند کتب احادیث سے چند مأخذ پیش کیجائیں گی۔

مأخذ نمبر ١ :﴿ماروا ه احمد فی مسنده عن عبدالله بن عمرو بن العاص ؓ قال قلتُ یا رسول اللّٰه ﷺ انّا نسمع منک احادیث لا نحفظها. افلا نکتبها؟ قال بلیٰ فاکتبوها. (وفی روایة له) قلتُ یا رسول اللّٰه انّی اسمع منک اشیاء افأکتبها؟ قال نعم. قلتُ فی الغضب والرضاء؟ قال نعم فانّی لا اقول فیها الا حقّا. (وفی روایةٍ اخری لهٔ) ولابی داؤد والدارمی، کنت اکتب کل شیءٍ.

سمعتُهٔ من رسول الله ﷺ فنهتنی قریش (الحدیث) وفیه اکتب فوالّذی نفسی بیده ما یخرج منه الاالحق.﴾ (مقدّمة تحفة الاحوذی ص ١٨ .)

مأخذ نمبر ٢ :﴿ماروا ه البخاری ومسلم وغیرهما. عن ابی هریرةؓ انّ خزاعة قتلوا رجلاً من بنی لیث عام فتح مکة بقتیلٍ منهم قتلوه. فأُخبر بذالک النّبی ﷺ فرکب راحلتهٔ فخطب فقال انّ اللّٰه

حبس عن مكة القتل اوالفيل.(الحديث). وفی آخره فجاء رجلٌ من اهل اليمن فقال اكتب لی يا رسول الله. فقال اكتبوا لابی فلان.الخ.

قال الحافظ (يعنی ابن حجرؒ) قوله فجاء رجلٌ من اهل اليمن. هوابوشاه.﴾

ابوشاہ یمنی کے مطالبہ پرآپ ﷺ نے اپنے خطبہ کو لکھنے کا حکم فرمایا۔ایسے واضح ثبوت سے انکار جہالت فاضحہ ہے۔

مأخذ نمبر ۳: ﴿ماروواه البخاری عن وهب بن منبّه عن اخيه قال سمعت ابا هريرةؓ يقول ما من اصحاب النّبی ﷺ احدٌ اكثر حديثاً عنه منّی الا ما كان من عبدالله بن عمروؓ فانّه كان يكتبُ ولا اكتبُ﴾

اس حدیث پر اشکال وارد ہوتا ہے۔سوال یہ ہے کہ خارج میں ابو ہریرۃؓ کے روایات زیادہ پائے جاتے ہیں،۵۳۷۴۔جبکہ عبداللہ بن عمروؓ کی احادیث کی تعداد خارج میں زیادہ سے زیادہ ۷۰۰ ملتے ہیں۔حق یہ تھا کہ کتب احادیث میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے مرویات زیادہ ہوتے،نہ ابو ہریرۃؓ کی۔

اس اشکال کے جواب

(نمبرا): استثناء منقطع ہے،مابعد کا ماقبل سے تعلق نہیں۔ابو ہریرۃؓ نے دو باتیں کی ہیں۔

(۱) تمام صحابہؓ سے میری روایات زیادہ ہیں۔

(۲) دوسری بات یہ بتاتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ لکھتے تھے میں نہیں لکھتا تھا۔یہ انکاری جواب تھا۔

تسلیمی جواب: استثناء متصل ہے۔استثناء متصل ماننے کی صورت میں چند جوابات ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہؓ عبادت کا زیادہ شوق رکھتے تھے۔ انکا زیادہ تر وقت عبادت میں صرف ہوتا تھا۔تعلیم وتعلم کا موقع انکو کم ملتا تھا۔علم پڑھانے سے پھیل جاتا ہے۔

(۲) دوسرا جواب: حضرت عبداللہ بن عمروؓ فاتح تھے۔فتوحات کے بعد زیادہ تر مصراور طائف میں قیام فرماتے تھے۔بخلاف ابوہریرۃؓ کہ وہ مرکز علم، مدینۃ منورہ میں سکونت پذیر تھے۔۸۰۰ تابعینؒ نے ابوہریرۃؓ سے روایت کی ہے۔اس لئے آپکی روایات زیادہ ہیں۔

(۳) ابوہریرۃؓ کو اچھے شاگرد مل گئے۔استاد کے علم کی اشاعت تلامذہ کرتے ہیں۔اس لئے ابوہریرۃؓ کی مرویات خارج کتب احادیث میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

(۴) ابوہریرۃؓ ہمہ وقت نبیﷺ کی صحبت میں رہتے تھے۔سواء تعلیم وتعلم کے اورکوئی مشغلہ نہ تھا۔حضر وسفر میں حدیث سیکھتے تھے۔

(۵) نبیﷺ نے ابوہریرۃؓ کیلئے نیک دعائیں کی تھی۔تاکہ ابوہریرۃؓ سے نسیان نہ ہو۔نسیان سے حفاظت کی وجہ سے ابوہریرۃؓ کی روایات سب صحابہؓ سے زیادہ ہوگئیں۔

مأخذ نمبر ۴: ﴿روی الحاکم فی المستدرک عن حسن بن عمرو قال حدّثت عن ابی ھریرۃؓ بحدیثٍ فانکرہ. فقلتُ انّی سمعته منک.قال ان کنت سمعته فانّه مکتوبٌ عندی فاخذ بیدی الیٰ بیته.فارانی کتاباً من کتبه من حدیث رسول اللهﷺ فوجد ذٰلک الحدیث فقال قد

اخبرتک انّی ان کنتُ حدّثتک فھو مکتوبٌ عندی. ﴾

اس روایت سے ابو ہریرۃؓ کی کتابت حدیث ثابت ہوتی ہے۔ ابو ہریرۃؓ حدیث لکھتے تھے۔

اشکال

اس حدیث کا بخاری کی حدیث سے تعارض ہے۔ بخاری کی حدیث میں لا اکتب تھا۔ اس حدیث میں **مکتوبٌ عندی** ہے۔ وہاں کتابت کی نفی فرمایا تھا یہاں کتابت کا اثبات کر رہے ہیں۔

جواب

حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔ دونوں صحیح ہیں ۔ اس لئے کہ دونوں حدیثوں میں تطبیق ممکن ہے۔ یہ مکتوب ابو ہریرۃؓ کے خط سے نہیں تھی، دوسرے کے خط سے تحریر کی گئی تھی۔ یعنی دوسرے سے لکھوایا تھا۔ چونکہ آپ آمر تھے، اس لئے آپکی طرف نسبت کی گئی۔

دوسرا جواب

تناقض کے آٹھ شرط ہیں۔ ان شرائط میں سے ایک وحدت زمانہ ہے۔ یہاں زمانہ ایک نہیں ۔ عہد رسالت ﷺ میں ابو ہریرۃؓ نہیں لکھتے تھے۔ عہدِ نبوی ﷺ کے بعد لکھتے تھے۔ لہٰذا دونوں روایتیں صحیح ہیں۔

شعر

در تناقض ہشت وحدت شرط دان   وحدتِ موضوع ومحمول ومکان
وحدتِ شرط واضافت جزء وکل   قوتِ فعل ست در آخر زمان

مأخذ نمبر ۵: ﴿روی البخاری والترمذی والنسائی وابن ماجه عن ابی جحیفة، قال قلتُ لعلیؓ هل عندکم کتابٌ قال لا الاّ

کتاب اللّٰه او فهم اعطیهٔ رجلٌ مسلمٌ او ما فی هٰذ ه الصحیفة، قال قلتُ ومافی هٰذه الصحیفة قال العقل و فکاک الاسیر، ولا یقتل مسلمٌ بکافرٍ.﴾

مأخذ نمبر ۶ :﴿ روی النسائی والدارمی عن ابی بکر بن حزم، ان رسول اللّٰه ﷺ کتب اهل الیمن.﴾

مأخذ نمبر ۷ :﴿ روی احمد عن عبداللہ بن عمرؓ قال کان رسول اللّٰه ﷺ قد کتب الصدقة.﴾

مأخذ نمبر ۸ :﴿روی البخاری عن انسؓ انّ ابابکرؓ کتب له هٰذالکتاب لمّا وجّههٗ الی البحرین، بسم اللّٰه الرّحمٰن الرّحیم، هٰذه فریضة الصدقة اللتی فرض رسول اللّٰه ﷺ علی المسلمین.﴾

مأخذ نمبر ۹ :﴿روی الدارمی عن عبداللہ بن عمروؓ قال بینما نحن حول رسول اللّٰه ﷺ فکتب﴾.

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے تھے، دنیا میں سب چیزوں سے زیادہ دو چیزیں مجھے محبوب تھیں۔ ۱۔ الصادقۃ: اس میں حدیثیں مکتوب تھیں۔ کتب سیر اور سنن ابوداؤد وغیرہ میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدّہ وغیرہ روایتیں اسی الصادقۃ سے مأخوذ ہیں۔

(۲)۔ وہ زمین جسکو اللہ تعالیٰ کی رضاء کیلئے وقف کیا تھا۔ ان روایات کے علاوہ حضور ﷺ کے وہ خطوط جو بادشاہوں کے نام لکھی ہیں۔ اسی طرح صحابہٴ کرامؓ کے پاس بھی آپ ﷺ کی لکھی ہوئی احادیث اور مسائل موجود تھے۔ جیسا کہ وائل ابن حجرؓ، ضحاک بن سفیانؓ، معاذ بن جبلؓ.

حاصل کلام

اگر چہ حضورﷺ اور صحابہؓ کے زمانہ میں عام طور پر کتابتِ حدیث نہیں تھی۔ جزوی طور پر ضرور کتابت تھی۔ صحابہؓ کے دور میں عام عدم کتابت کیوجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کے وفات کے بعد صحابہ کرامؓ امر خلافت اور دیگر ضروری مسائل جیسے قرآن کریم کا جمع کرنا اور امور مملکت کو منظّم کرنے میں مصروف تھے۔ عدم فرصت کیوجہ سے حدیث کی کتابت تفصیلی انداز میں نہیں کر سکے۔ علامی سیوطیؒ نے کتاب الاتقان میں لکھا ہے: عہدِ صحابہؓ میں قرآن کریم دو مرتبہ جمع کیا گیا۔

(۱)۔ فاروق اعظمؓ کے مشورہ سے خلیفہ اول صدیق اکبرؓ نے قرآن مجید کو جمع کیا۔ اس جمع کا مطلب یہ تھا کہ قرآن کریم مختلف ٹکڑوں میں لکھا ہوا تھا، ہڈیوں، روں، پتوں اور کاغذوں پر متفرق لکھا ہوا تھا۔ سب کو ایک جگہ جمع کر کے لکھا گیا۔

(۲)۔ دوسرا جمع کا مطلب جو مختلف لہجوں اور مختلف لغتوں میں پڑھا جاتا تھا۔ خلیفۂ ثالث نے اپنے دور خلافت میں ایک لغتِ قریش پر جمع فرمایا۔ کیونکہ اسی لغت پر کتاب اتاری گئی تھی۔ عثمان غنیؓ نے امت کو اختلافِ کتاب سے بچایا۔ ۷ نسخے لکھوا کر، ایک دار الخلافۃ میں رکھا۔ ۶ نسخے دوسرے اطراف میں ارسال فرمایا۔ ان میں سے ایک نسخہ ترکی کے کتب خانہ میں آج بھی موجود ہے۔ موجود جتنے نسخے دنیا میں پائے جاتے ہیں یہ سب ان نسخوں سے منقول ہیں۔

جس طرح قرآن جمع کیا گیا اسی طرح احادیث جمع نہیں کیے گئے۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ صحابہؓ کے نزدیک احادیث حجت تھے۔ صحابہ کرامؓ اپنے تنازعات کیلئے حدیث سے استدلال کرتے تھے۔ جب کسی کے سامنے حدیث آتی

تو وہ اپنا استدلال ترک کرتے۔ جب بنوامیہ کا دور ختم ہوا، خلافت کی ذمہ داری عمر بن عبدالعزیزؒ کے کندھوں پر ڈالا گیا۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ پانچواں خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں آپکو عمر ثانی بھی کہتے ہے۔ سنہ ۹۹ھ صفر کے مہینے میں آپکو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ ۲۵ رجب المرجب سنہ ۱۰۱ھ میں آپنے وفات پائی۔ کل عمر ۴۰ سال اور کچھ مہینے ہیں۔ سبب موت زہر ہے۔ بنوامیہ نے خطرہ محسوس کیا، انکی خلافت طول پکڑے گی سازش کر کے زہر پلایا۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلافت سنبھالتے ہی تدوین حدیث کتابتِ حدیث کا اہتمام فرمایا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ صحابہؓ کے بعد لوگوں میں وہ ذوق اور وہ قوت حافظہ و دلچسپی نہیں رہا۔ حدیث کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ اس لئے حدیث کی کتابت کا اہتمام شروع کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ خارجی، روافضی وغیرہ کے فتنے بھی شروع ہو چکے تھے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس زمانے کے مشہور علماً کرام کو متوجہ کرنا شروع کیا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے ابوبکر بن حزمؒ کو خط لکھا۔ ابوبکر خلیفہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے والی گورنر تھے۔ اور علم حدیث کے بڑے عالم تھے۔

﴿**انظر ماکان من حدیث رسول اللّٰہ ﷺ فاکتبه . فانّی خفت دروس العلم وذهاب العلمأ.** ابوبکر بن حزمؒ کے بارے میں امام مالکؒ فرماتے ہیں: **لم یکن احدٌ بالمدینة عنده من علم القضأ ماکان عند ابی بکر بن حزم**﴾. اور ابوبکر بن حزمؒ کو یہ امر بھی تھا کہ مدینہ منورہ میں دوسرے بڑے علماً محدثین کو جمع کر کے ان سے بھی تعاون حاصل کریں۔

دوسرا خط :عمر بن عبدالعزیزؒ نے ابن شہاب زہریؒ کو لکھا یہ بھی بڑے عالم تھے۔ صحابہؓ اور کبار تابعین کے علوم انکے پاس موجود تھے۔ زہری کے متعلق عمرو

بن دینارؒ فرماتے ہیں۔ ﴿ مارأیتُ احداً انص فی الحدیث. من ابن الشھاب الزھری، ومارأیت احداً ، الدینار والدّرھم اھون عندہ منه، انکانت الدّراھم والدّنانیر عندہ بمنزلة البعر. (کرمانی) . قال البخاریؒ فی التاریخ انه اخذالقرآن فی ثمانین لیلةً.﴾ (کرمانی)۔تحفۃ الاحوذی میں لکھاہے:اول من دوّن الحدیث بامر عمر بن عبدالعزیزؒ .امام زہری کے بارے میں ائمۃ الرّجال فرماتے ہیں:احد ائمة الاعلام، وعالم الحجاز والشام.

کبار تابعین

امام زہریؒ کبار تابعین میں سے ہیں۔(کبار تابعین وہ ہیں جنکے صحابہؓ استاد ہوں بلاواسطہ صحابہ کرامؓ سے استفادہ کیا ہو)۔

صغار تابعین

صغار تابعین وہ ہے جنہوں نے صحابہؓ کو صرف دیکھا ہو،استفادہ نہ کیا ہو۔

اوساط تابعین

وہ ہیں جنہوں نے صحابہؓ اور تابعین کو دیکھا ہے، اور کبار تابعین سے استفادہ بھی کیا ہو۔

حدیث کا پہلا مدوّن

پہلا مدون امام زہری ہیں۔امام زہری کے تدوین حدیث کے بعد سارے عالم اسلام میں تدوینِ حدیث کا شوق پیدا ہوا۔ ہر ہر شہر میں علماً نے تدوین شروع کیا۔چنانچہ ابن جریج نے مکہ میں۔امام مالکؒ نے مدینہٗ منورہ میں۔حماد بن سلمہ نے بصرہ میں۔سفیان ثوری نے کوفہ میں۔امام اوزاعیؒ نے شام میں۔ ہشیمؒ نے واسط میں۔عبداللہ بن مبارک نے خراسان میں۔معمرؒ نے یمن میں۔

امام زہریؒ تابعین کے طبقہ اولیٰ کے محدّثین میں سے ہیں۔جنہوں نے احادیث کوقلمبند کیا۔مذکورہ بالامحدثین بھی اسی دوسری صدی ھجری کے مدوّنین میں سے ہیں۔دوسری صدی کی چند مستند کتابیں یہ ہیں:

(۱)۔موطأ امام مالک بن انسؒ۔متوفیٰ سنہ۱۷۹ھ۔

(۲)۔مصنف اللیث بن سعدؒ۔متوفیٰ سنہ۱۷۵ھ۔

(۳)۔مصنف سفیان بن عیینہؒ۔متوفیٰ سنہ۱۹۸ھ۔

(۴)۔مسند امام الشافعیؒ۔متوفیٰ سنہ۲۰۴ھ۔

تیسری صدی ہجری میں صحاح ستہ وغیرہ۔مستند کتب کی تدوین وجود میں آئی۔اورآج تک انہی علوم نبوت کے انوار سے امّت مسلمہ مستفید ہورہی ہے۔ صحاح ستہ میں سے بخاری کواللہ تعالیٰ نے ممتاز مقام مقبولیت بخشا ہے۔

ترجمة المصنفؒ

الامام المقدم المفخم امیر المؤمنین فی الحدیث شیخ الاسلام مرجع الانام الحافظ الحجة الجعفی البخاریؒ ونفعنا بعلومه.

نـــام: محمد بن اسماعیل بن ابراهیم بن المغیرة بن بردزبہ،باء کازبر،راء کا سکون،دال کازیر،زاکاسکون،

کنیت: ابوعبداللہ۔

یہ لفظ فارسی کاہے۔اس کامعنیٰ کاشتکار کے ہے۔جسکوعربی میں زراع کہتے ہیں۔بردزبہ مجوسی تھا۔اوراسی دین مجوسیت پروفات پائی۔مغیرہ یمان جعفی جو بخاریٰ کاوالی(گورنر) تھا۔اس کے ہاتھ پراسلام قبول کیا۔اس لیے امام بخاری کو

جعفی کہتے ہیں۔ اس نسبت کو ولاء اسلام کہا جاتا ہے۔ ایک قول میں مغیرۃ بن بردزبہ ۔ایک میں مغیرۃ بن الاحنف ابن الاحنف کا ذکر امام بخاری کے مؤلفات میں آیا ہے، ابراہیم بن مغیرۃ امام بخاری کا دادا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: کہیں بھی ابراہیم کے حالات نہیں مل سکے۔ حافظ کی اتباع کرتے ہوئے قسطلانی نے کہا۔ ابراہیم کے حالات نہیں ملتے۔ صاحب نیل الامانی نے ابراہیم کے حالات کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے۔

شیخ زکریا فرماتے ہیں، کتب رجال میں ابراہیم کے سوانح نہیں پائے جاتے۔ اسماعیل والد امام بخاری کے متعلق علامہ قسطلانی مقدمہ میں، علامہ ذہبی تاریخ اسلام میں فرماتے ہیں "اسماعیل متورع علمائ میں سے تھے۔ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم اور محدث تھے۔ ابن حبان کتاب الثقات میں لکھتے ہیں: حماد بن زید اور امام مالکؒ سے روایت کی ہے، جب موت کا وقت قریب آیا وصیت کی کہ میرے جمیع مال میں ایک درہم بھی مشتبہ نہیں۔

اسماعیل کے نزع کے وقت اس زمانے کے مشہور محدث احمد بن حفص آپکے پاس موجود تھے۔ اسماعیل کی یہ وصیت سنکر فرمایا:

فتصاغرت الیٰ نفسی. مجھے میرا نفس اسکے تقویٰ کے سامنے ذلیل معلوم ہونے لگا۔ اسی مال حلال سے امام صاحب کی پرورش ہوئی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: اسماعیل کے وفات کے وقت امام بخاریؒ صغیر تھے۔ آپکی والدہ نے آپکی پرورش کی۔ اپنی والدہ اور بڑے بھائی کے ساتھ حج کیا۔ یہی صحیح قول ہے۔ کرمانی کہتے ہیں: اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ تذکرۃ الحفاظ

میں ہے کہ والدہ اور بہن کے ساتھ حج کیا۔ یہ دونوں قول کاتب کی غلطی سے لکھے گئے۔ جنکی کوئی صداقت نہیں ہے۔

امام بخاریؒ کی تاریخ پیدائش

اور تاریخ وفات اور عمر

تاریخ پیدائش پر علماً کا اتفاق ہے۔ ۱۳ شوال بعد از نماز جمعہ، سنہ ۱۹۴ھ میں اپنے آبائی شہر بخاریٰ میں پیدا ہوئے۔ جبل الحدیث حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کے مقدمہ میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ مستیز بن عتیق کہتا ہے: امام بخاریؒ نے اپنے والد کے ہاتھ کی تحریر سے اسی تاریخ پیدائش کو مجھے پیش کیا۔ اگر چہ دوسرے شاذ اقوال بہت سے ہیں۔ بعض کہتے ہیں رات کو پیدا ہوئے۔ بعض کہتے ہیں دن کو پیدا ہوئے۔ بعض کہتے ہیں ۱۲ شوال، بعض ۱۳ شوال کے قائل ہیں۔

جسمانی کیفیت

نحیف الجسم، یعنی لاغر جسم، درمیان قد وقامت کے تھے، خوراک بہت کم کھاتے تھے۔

تاریخ وفات

ہفتہ اور عید الفطر کی رات بوقت نماز عشاء، سنہ ۲۵۶ھ دار الفنا سے دار البقاء کی طرف رخصت ہو گئے۔ عید الفطر کے دن بعد نماز ظہر مقام خرتنگ میں دفن کیئے گئے۔ امام صاحب کی کل عمر ۱۳ دن کم ۶۲ سال ہے۔ امام صاحب کا نرینہ

اولاد نہیں تھا۔ غنجار تاریخ بخاری میں لالکائی شرح السنۃ میں فرماتے ہیں: صغرسنی میں آپکی بینائی چلی گئی تھی۔ والدہ بینائی کیلئے رات دن دعا کرتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے آپکی دعا قبول فرمائی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو آپ سے حدیث کی تصحیح کا کام لینا تھا۔ آپکو روشنی بخشی۔ والدہ نے خواب میں ابراہیم خلیل اللہ کو دیکھا فرمانے لگے ﴿(یاھذہ) قد ردّ اللہ علیٰ ابنک بصرہٗ بکثرۃ دعائک، قال فاصبح وقد ردّ اللہ علیہ بصرہٗ.﴾ ایک شاعر نے امام صاحبؒ کی ولادت اور وفات اور مدت عمر کو ایک شعر میں جمع کر کے بیان کیا ہے۔



شعر

کان البخاری حافظا ومحدّثا

جمع الصحیح مکمل التحریری

میلادہ صدق ومدۃ عمرہ
۱۹۴

فیھا حمید وانقضی فی نور
۲۵۶ ۲۶



آغاز تدریس

ابوجعفر محمد بن ابی حاتم ورّاق فرماتے ہیں کہ میں نے امام صاحبؒ سے انکی بچپن کے حالات زندگی کے بارے میں سوال کیا: (کیف کان بدء امرک؟) بخاریؒ نے جواب میں فرمایا: دس سال یا اس کم کی عمر میں دل میں

حدیث یاد کرنے کا شوق پیدا ہو گیا۔

امام بخاریؒ کی ذہانت

گیارہ سال کی عمر میں اپنے استاد مشہور محدث داخلی کے پاس ایک دن حاضر ہوئے۔ اور حدیث کا درس لینا شروع کیا۔ محدث داخلی نے حدیث پڑھی: عن ابی الزبیر عن ابراہیم تلمیذ فطین نے صغر سنی کے باوجود استاد کو روکدیا۔ اور عرض کیا کہ ابوالزبیر کا ابراہیم سے سماع ثابت نہیں۔ محدث داخلی نے پھر سند کا اعادہ کیا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا: زبیر بن عدی نے ابراہیم سے روایت نقل کی ہے نہ ابی الزبیر امام داخلی ناراض ہوکر تلمیذ کو ڈانٹا۔ امام بخاریؒ نے نہایت ادب کیساتھ عرض کیا اگر آپ کے پاس بیاض موجود ہے اسکو دیکھ لیجئے۔ جب استاد نے اپنے یادداشت کو دیکھا۔ تو امام بخاریؒ کی بات ثابت ہوگئی۔ محدّث داخلی تلمیذ رشید کے حافظہ کا قائل ہوگئے۔

فتح الباری ۱۶ ویں سال کی عمر میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے واقعات اور وکیعؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ کے تمام روایات کو حفظ کیا۔ ۱۸ ویں سال میں کتاب قضاء الصّحابہؓ والتّابعین لکھی۔ اور تاریخ کبیر روضۂ اقدس کے قرب میں چاند کی روشنی میں تحریر فرمایا جو آپکا زندہ کرامت ہے۔

طلب حدیث کا ذوق

جب امام صاحبؒ کو شیوخ حدیث کا درک لگتا وہاں پہنچ جاتے۔ کرمانی میں لکھا ہے ۱۰۸۰ شیوخ سے حدیث حاصل کیا ہے۔ اور امام بخاریؒ سے استفادہ کرنے والے تلامذہ کی تعداد ۹۰۰۰۰ مشہور ہے۔ فتح الباری۔ کرمانی نے ایک لاکھ

سے زائد اپنی کتاب میں تعداد تحریر کی ہے۔

طلب حدیث کیلئے سفر

بلاد بخاریٰ اور نواحی بخاریٰ میں وقت کے سادات شیوخ سے اپنے علاقہ کے معروف محدّثین سے استفادہ کیا۔ اور استفادہ کیلئے دور دراز مختلف علاقوں کا سفر کیا۔

امام بخاری کا پہلا سفر

فتح الباری میں لکھا ہے۔ امام بخاریؒ کا پہلا سفر امّ القریٰ، امّ البلاد، وسط الارض مکۃ المکرّمہ کی طرف پیش آیا۔ یہ سفر سنہ ۲۱۰ھ میں اپنی والدہ اور اپنے بڑے بھائی احمد کے ہمراہ کیا۔ اور حدیث حاصل کرنے کی غرض سے ۶ سال حجاز میں قیام فرمایا آپکے مکی شیوخ میں مشہور حمیدی ہے۔ اسی وجہ سے صحیح بخاری کی ابتداء حمیدی کی روایت سے کی اور آپکے آخری استاد احمد بن اشکاب ہے۔

یہ مصری ہے اسی وجہ سے کتاب کا اختتام آخری استاد کی روایت سے کی مدنی اساتذہ میں سے قسطلانیؒ نے عبد العزیز اویسی کو ذکر کیا ہے۔ مکۃ المکرّمہ سے رجوع کرنے کے بعد مختلف علاقوں کا سفر فرمایا۔ شام، مرو، ہرات، بغداد، کوفہ، مصر، بعدہ نیشاپور، بلخ، بلخ میں مکی بن ابراہیم سے روایۃ حاصل کی۔ یہ امام اعظمؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ امام بخاریؒ ایک واسطہ سے امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ لامع الدراری نے اسکی تصریح کی ہے۔



سعادۃ الشرب فی قدح النبی ﷺ

جمع الوسائل شرح شمائل میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا پانی پینے والا پیالہ میں بصرہ میں امام بخاریؒ پانی پینے کی سعادۃ حاصل کی۔

کمال حافظہ

قسطلانیؒ نے حاشد بن اسماعیل سے روایت نقل کی ہے کہ امام بخاریؒ ہمارے ساتھ سماعِ حدیث کیلئے شیوخ کے درس میں بیٹھتے تھے۔ اور لکھتے نہیں تھے۔ چند دن گذرنے کے بعد ساتھیوں نے ملامت کرنا شروع کیا۔ کہ وقت ضائع کر رہا ہے امام صاحب نے فرمایا: آپ لوگوں نے ملامت کرنے میں قصر نہیں چھوڑے۔ لہٰذا تم لوگ اپنی لکھے ہوئے مسودات کو حاضر کرو۔ ان لوگوں کے مکتوبات پر پندرہ ہزار مزید حدیثیں زبانی سنائیں۔ اسکے بعد ساتھیوں نے اپنی مکتوبات کو امام بخاریؒ کی زبانی روایات سے تصحیح کیا۔

این سعادت بزور بازو نیست　　　تا نبخشد خدا ی بخشندہ

قسطلانی میں لکھا ہے کہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ایک لاکھ صحیح احادیث میں نے یاد کی ہیں۔ اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد کی ہیں۔ لیکن صحیح بخاری میں تمام احادیث صحیح ہیں۔ ایک بھی غیر صحیح حدیث نہیں۔

دوسرا سفر بصرہ کا

امام بخاریؒ کے سیمین رخسار پر داڑھی کے بال نمودار نہیں ہوئے تھے کہ بصرہ کا سفر پیش آیا۔ چونکہ آپکی شہرت پہلے سے ہوچکی تھی۔ لوگوں نے پر زور

استقبال کیا۔ اور حدیث سنانے کی درخواست کی۔ بہت منت سماجت کے بعد منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے اہل بصرہ اگر چہ میں نو جوان ہوں، اور تم میں بڑے بڑے شیوخ بیٹھے ہوئے ہیں۔ مگر آج میں وہ احادیث سناؤنگا جو اہل بصرہ نے نہیں سنی ہیں، باوجودیکہ انکے راوی اہل بصرہ ہی ہیں۔

تیسرا سفر بغداد کا

جب امام صاحب بغداد کا سفر فرمارہے تھے، اہل بغداد کو امام صاحب کے آمد کی اطلاع ملی، بموجب مقولۂ مشہورہ کے علماً کے دشمن بہت ہوتے ہیں۔ چونکہ اہل علم میں حسد زیادہ پایا جاتا ہے۔ بغداد کے علماً نے امام بخاری کے امتحان لینے کا منصوبہ بنایا۔ دس علماً کا ذمہ لگایا ہر ایک عالم کو دس حدیثیں متن اور سند تبدیل کرکے پیش کرنے کا ذمہ لگایا۔ مجموعاً ۱۰۰ احدیثیں ہوگئیں۔ جب مجلس منعقد ہوا امام صاحب سے منصوبہ کے مطابق ہر ایک عالم سند و متن تبدیل کرکے پیش کرنے لگا۔

امام بخاریؒ ہر حدیث پر لا اعرفہ فرماتے گئے۔ عوام النّاس بے علم لوگوں نے آپکو کم علم سمجھا۔ لیکن علماً سمجھ گئے کہ امام صاحب اس تبدیلی کو سمجھ گئے۔ جب ان حضرات نے سنانا پورا کیا۔ امام صاحب بالتّرتیب ہر حدیث کا صحیح سند متن کے ساتھ ملاکر سنایا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: سند متن ملانا کمال نہیں تھا بالتّرتیب ملاکر سنانا بیان کرنا یہ کمال تھا ماً خذ قسطلانی ہے۔

چوتھا سفر نیشاپور کا

امام بخاریؒ کا آمد سنہ ۲۵۰ھ میں پیش آیا۔ فتح الباری۔ قسطلانی میں لکھا ہے کہ جب امام بخاریؒ نیشاپور تشریف لارہے تھے، انکا استاذ محمد بن یحیٰی ذہلی اپنے حلقہ درس میں تلامذہ سے فرمایا: **من اراد ان یستقبل محمّد بن اسماعیل غداً**

فليستقبله، فاني استقبلهٔ ، فاستقبله الذهلي وعامة علماء نيسابور.

ذہلی نے فرمایا امام بخاریؒ سے کلام اللہ کے متعلق کوئی بھی سوال نہ کرے۔ کیونکہ اگر ہمارے نظریہ کے خلاف جواب دیگا تو ہمارے اورانکے درمیان اختلاف پیدا ہوگا۔ اس اختلاف سے باطل کو فائدہ پہنچے گا۔ جیسے رافضی، جہمیہ، مرجئہ وغیرہ۔ امام صاحب کے استقبال میں اتنا ازدحام ہوا کہ گلی کوچے، مکانوں کی چھتیں لوگوں سے بھر گئے۔ حاسدین نے اختلاف ڈالنے کیلئے امام صاحب سے سوال کرنے لگے۔ قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں یا غیر مخلوق؟ تین مرتبہ امام صاحب نے جواب دینے سے روگردانی کی۔ جواب نہیں دیا۔ بار بار اصرار کرنے کے بعد جواب میں فرمایا: ﴿**افعالنا مخلوقة، والفاظنا من افعالنا**﴾

حاسدین نے مشہور کیا کہ امام بخاریؒ قرآن کو مخلوق کہتا ہے۔ امام بخاریؒ نے فرمایا:

﴿**كل من نقل عنّی ، انّی قلتُ لفظی بالقرآن مخلوق فقد كذب علیّ وانّما قلت افعال العباد مخلوقة ، فقال البخاری القرآن كلام الله غير مخلوق. وافعال العباد مخلوقة، والامتحان بدعة**﴾.

حاسدین نے غلط پروپیگنڈہ کر کے ذہلی کو امام صاحب کے خلاف کیا۔ ذہلی نے اپنے تلامذہ سے کہا کہ امام بخاریؒ کے پاس آمدورفت ترک کرو۔ ذہلی کے تلامذہ نے امام بخاریؒ کو چھوڑ دیا۔ لیکن امام مسلم نے ذہلی کو چھوڑا۔ اور ذہلی کے مسودات کو بھی مسترد کیا۔ اور ذہلی کی روایات کو اپنی کتاب مسلم میں ذکر نہیں کیا امام بخاریؒ کو نہیں چھوڑا۔

حیرت کی بات ہے کہ امام بخاریؒ نے ذہلی کی روایات کو اپنے کتاب صحیح

میں نقل کیا ہے۔ جب آپ سے وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ اگر روایات کو ذکر نہیں کرونگا کتمان علم ہوگا۔ گناہ ہے، بہت وعید وارد ہے۔ روایت نقل کرتے وقت نام ظاہر نہیں کرتے مبہم چھوڑتے ہیں یا دادا کی طرف نسبت کرکے ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ اپنے جرح کرنے والے کی تعدیل نہ ہو۔

سوال یا اشکال

جب امام بخاریؒ کی امام مسلمؒ کے قلب میں اتنی قدر تھی۔ مقدمہ مسلم میں آپ پر طعن کیوں کیا۔ آپکو بعض منتحلی الحدیث کیوں کہا؟

جواب

عظمت کا قائل ہونا اور چیز ہے، رائے کا اختلاف اور چیز ہے۔ قول کے تضعیف سے قائل کی تضعیف لازم نہیں آتی۔ امام مسلم کے دل میں امام بخاریؒ کی بے حد قدر تھی۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں تقبیل بین عینیہ ورجلین ذکر کیا ہے۔ امام بخاریؒ کی پیشانی پر بوسہ دیکر عرض کرتے ہیں:

﴿**دعنی اقبّل رجلیک یا استاذ الاساتذین، ویا سیّد المحدّثین ویا طبیب الحدیث فی علله**﴾.

قسطلانی میں لکھا ہے کہ جب امام مسلم اور احمد بن سلمہ نے ذہلی کو چھوڑا امام بخاری کے متبع ہوگئے، تو ذہلی نے کہا: ﴿**لا یساکننی محمد بن اسماعیل فی البلد فخشی البخاری علیٰ نفسه وسافر منها**﴾.

امام بخاریؒ نے محسوس کیا کہ استاد میرے اس شہر میں رہنے سے ناراض ہے۔

امام صاحب نیشاپور چھوڑ کر چلے گئے، تاکہ استاد کو تکلیف نہ ہو۔ شاگرد کو چاہیئے کہ اپنے شیخ کو تکلیف دینے سے اجتناب کرے۔ کیونکہ استاد کی ناراضگی محرومی کا سبب بنتا ہے۔

پانچواں سفر رجوع الیٰ البخاریٰ،

اپنے اصلی وطن کی طرف آمد کا بیان

جب امام بخاریؒ نے بخاریٰ کا قصد فرمایا تو اہل بخاریٰ نے بہت اہتمام کے ساتھ استقبال کیلئے انتظامات کئے۔ ۳ میل تک کاغذی قبے بنائے، اور آپ پر پھولوں طرح دینار اور دراہم نچھاور کئے، جس طرح کہ خوشیوں میں پھول گلاب وغیرہ کے پتے ڈالے جاتے ہیں۔ اس وقت بخاریٰ کا گورنر خالد بن محمد ذہلی تھا۔ امام صاحب کا یہ اعزاز دیکھ کر بے قابو ہوگیا۔ اور ایذاء رسانی کے حیلے تراشنے لگا۔ امام صاحب نے کچھ عرصہ حدیث کی تدریس دیتے رہے۔ امیر خالد بن محمد نے قاصد بھیجا کہ میرے بچوں کو قصر شاہی میں حدیث پڑھائیں۔ امام بخاری نے جواب میں فرمایا: ﴿انا لا اذلّ العلم ولا احمله الیٰ ابواب السلاطین، فان کانت له حاجة الیٰ شیءٍ منه فلیحضر الیٰ مسجدی.﴾

خالد نے کہا کہ میرے لڑکوں کے ساتھ دوسرا کوئی لڑکا شریک درس نہ ہو۔ امام صاحب نے یہ بھی منظور نہیں کیا، کہ میں اس فیض عام کو ایک طبقہ کیلئے مخصوص نہیں کرسکتا۔ اس میں امیر وغریب سب برابر ہیں۔ ہم جیسے عزت وجاہ ومال کے لالچی ہوتے قصر شاہی میں پہنچ جاتے اور فخر تصور کرتے۔ گورنر جب مایوس ہوئے تو اس نے ایذاء رسانی کے دروازے کھول دئے۔ امام صاحب مصائب سے تنگ

آکر سمرقند کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔

قسطلانی میں لکھا ہے: ﴿فامره الامیر بالخروج عن البلد، فدعا علیه وکان مجاب الدعوة.﴾ یہ بددعا کے کلمات فتح الباری سے نقل کئے گئے ہیں۔

﴿فقال اللهم ارهم ما قصدونی به فی انفسهم واولادهم واهالیهم.﴾

اس بددعا کے بعد ایک مہینہ نہ گذرا کہ خالد پر اللہ تعالیٰ نے ایک ظالم مسلط کیا، جس سے خالد کی کھال کھینچوا کر بھس بھر دی گئی۔ ذلت کے موت سے ہلاک ہوگیا۔

شعر

بترس از آہِ مظلومان کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

امام صاحبؒ بخاریٰ سے نکل چکے تھے، راستہ میں معلوم ہوا کہ اہل سمرقند میرے آمد میں اختلاف کر رہے ہیں۔ مقام خرتنگ میں امام صاحبؒ کے اقرباء وعزیز رہتے تھے، انکے ہاں قیام فرمایا۔ فتح الباری میں لکھا ہے: اہل سمرقند کی اختلاف کی وجہ سے تنگ دل ہوکر دعا کی۔ صلوٰۃ اللیل تہجد کی نماز سے فارغ ہوکر دعا کی:

﴿اللّٰهم ضاقت علیّ الارض بما رحبت فاقبضنی الیک﴾.

یہاں اشکال وارد ہوتا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ اور بعض دوسرے حضرات نے اعتراض کیا ہے کہ موت کی تمنا جائز نہیں۔ امام صاحبؒ نے کیوں تمنا کی؟

جواب

حافظ ابن حجرؒ نے جواب دیا کہ دنیوی مصائب کیوجہ سے تمنائے موت

ناجائز ہے۔ اخروی مصائب سے تمنائے موت جائز ہے۔ امام بخاریؒ مجاب الدعوات تھے۔ آپکی یہ دعا بھی قبول ہوئی۔اس دعا کے بعد اہل سمرقند آپکی آمد پر متفق ہوگئے۔اورامام صاحب کوآمد کا پیغام ارسال کیا، بواسطۂ قاصد۔امام صاحب سمرقند کی طرف تیار ہوکر روانہ ہورہے تھے۔ کچھ ضعف محسوس کیا، لیٹ گئے، روح پرواز ہوکر اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے۔ وفات کے بعد آپ کئے جسم مبارک سے پسینہ جاری رہا۔تمام بدن تربتر ہوگیا۔

تاریخ وفات

عیدالفطر کی رات بوقت عشاء سنہ ۲۵۶ھ عید کے دن بعدالظہر مقام خرتنگ میں آپکو دفن کیا گیا۔آپکی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ جنازہ میں شرکت کیلئے سمرقند سے کثیر تعداد میں لوگ آئے۔ گدھوں کا کرایہ زیادہ ہوگیا، اس لئے اس جگہ کا نام خرتنگ رکھا گیا، پہلے اور نام تھا۔دفن بعد قبر سے خوشبو آنے لگی۔ یہ سلسلہ دراز زمانہ تک چلا۔لوگ قبر سے مٹی اٹھاتے تھے۔

حضورﷺ کے پسینہ مبارک سے خوشبو آتی تھی ۔تو آپکی احادیث جمع کرنے والے کی قبر سے بھی خوشبو آنے لگے یہ بعید نہیں۔

شعر

جمال ہمنشین در من اثر کرد   وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

امام صاحبؒ کی فضیلت

قسطلانی نے عبدالواحد بن آدم الطّواویسی سے روایت نقل کی ہے۔

فرماتے ہیں:

﴿رأیت النّبی ﷺ ومعہٗ جماعۃٌ من اصحابہ وھو واقفٌ فی موضع، فسلّمت علیہ فردّ علیّ السلام، فقلت ما وقوفک ھنا یارسول اللہ؟ قال انتظر محمّد بن اسماعیل، قال فلمّا کان بعدایّام بلغنی موتہ. فنظرتُ فاذا ھو فی السّاعۃ التی رأیتُ فیھا النّبی ﷺ ولمّا ظھر امرہٗ بعد وفاتہ، خرج بعض مخالفیہ الیٰ قبرہ، واظھروا التوبۃ والندامۃ.﴾

فتح الباری میں لکھا ہے﴿رأیت البخاری فی المنام خلف النبی ﷺ ، والنّبی ﷺ یمشی، فکلّما رفع النبی ﷺ قدمہٗ وضع ابو عبداللہ قدمہٗ فی ذالک الموضع.﴾

اس عبارت سے مراد اتباع سنۃ ہے۔

﴿فربری من تلامذۃ البخاری یقول رأیت النبی ﷺ فی النوم.فقال لی این ترید؟ فقلت اُرید محمّد بن اسماعیل ، فقال اقرئہ منّی السلام.﴾

فتح الباری میں لکھا ہے: یحییٰ بن جعفر بیکندی فرماتے ہیں:

﴿لوقدرتُ ان ازید من عمری فی عمر محمّد بن اسماعیل لفعلتُ. فانّ موتی موت رجل واحد، وموتمحمّد بن اسماعیل فیہ ذھابُ العلم وموت العالَم.﴾

شعر

اذاما مات ذو علم وفتویٰ   فقد وقعت من الاسلام ثلمۃ

اقران اور اتباع کے ثنائیہ کلمات

فتح الباری نے ابوحاتم الرّازی سے نقل کیا ہے: ﴿لم تخرج خراسان قطّ احفظ من محمّد بن اسماعیل ولاقدم منها الی العراق اعلم منه.﴾

امام الائمۃ ابوبکر محمد بن اسحاق فرماتے ہیں ﴿ماتحت ادیم السماء اعلم بالحدیث من محمد بن اسماعیل.﴾

ائمۃ حدیث اور فقہاً کی نگاہ میں

امام صاحبؒ کا مقام

حافظؒ نے قتیبۃ بن سعید کا قول نقل کیا ہے:

﴿جالستُ الفقهاء والزّهاد والعبّاد، فما رأيتُ منذ عقلتُ مثل محمّد بن اسماعيل. وهو فی زمانه كعمرؓ فی الصّحابةؓ. قال احمد بن حنبل ما اخرجت خراسان مثل محمّد بن اسماعيل (. فتح الباری).﴾

﴿قال رجاء بن رجاء فضل محمّد بن اسماعيل على العلماء كفضل الرّجال على النّساء. (فتح الباری).﴾

﴿قال احمد بن اسحاق من اراد ان ينظر الیٰ فقيه بِحقّه وصدقه فلينظر الیٰ محمّد بن اسماعيل.﴾

امام بخاریؒ کو یہ مقام اور مقبولیت فاقہ کشی جفاکشی اور ورع وتقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا۔

فاقہ کشی

امام صاحبؒ فرماتے ہیں: آدم بن ابی ایاس محدّث کی صحبت میں حدیث حاصل کرنے حاضر ہوا۔ تین دن تک کھانے کیلئے کچھ نہ تھا۔ گھاس کھا کر گذارہ کیا۔ تین دن کے بعد ایک کیس دینار کا ناواقف شخص نے دیا۔ بھوک برداشت کیا شیخ کو نہیں چھوڑا۔

﴿یقول خرجتُ الیٰ آدم بن ابی ایاس فتأخرت نفقتی حتیٰ جعلتُ اتناول حشیش الارض فلمّا کان یوم الثّالث اتانی رجلُ لا اعرفه فاعطانی صرّةً فیها دنانیر. (فتح الباری).﴾

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے: امام بخاریؒ بیمار ہوگئے۔ جب اطبّاء نے تشخیص کی پتہ چلا امام صاحبؒ سالن استعمال نہیں کرتے ہیں۔

امام صاحبؒ نے تصدیق کی فرمایا: **﴿لم آتدم منذ اربعین سنةً فسئلوا عن علاجه. فقالوا علاجه الاُدم فامتنع حتیٰ الحّ علیه المشائخ واهل العلم فاجابهم ان یأكل مع الخبز سكرة.﴾**



جفاکشی

حافظ ابن حجرؒ نے محمد بن حاتم وراق سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں کہ میں امام بخاریؒ کے ساتھ سفر کرتا تھا، ایک ایک رات میں ۱۵ سے ۲۰ مرتبہ رات کو اٹھتے دیکھتا

تھا۔ آگ جلا کر حدیث لکھتے تھے۔ میں نے عرض کیا حضرت ہمیں حکم فرماتے ہم خدمت کرنے کیلئے ساتھ ہیں۔ جواب میں فرمایا: آپ جوان ہیں آپکی نیند خراب کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ فتح الباری میں لکھا ہے: امام بخاریؒ رمضان شریف میں لوگوں کو تراویح پڑھاتے ہر رکعت میں ۲۰ آیات قرآن کریم سے پڑھتے تھے۔ اسی طرح اجتماعی ختم نکالتے اور تنہا ہر رات میں ۱۰ پارہ پڑھکر ہر تین رات میں قرآن کریم کا ختم کرتے تھے۔ اور ہر دن رمضان شریف میں افطار کے وقت آپکا ختم پورا ہوتا تھا۔



ورع اور تقویٰ

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے: امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ﴿ما اغتبتُ احداً قطّ منذ علمتُ انّ الغیبة حرام.﴾

امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ﴿لا رجوا ان القی الله ولا یحاسبنی انّی اغتبتُ احداً. (فتح الباری)﴾

امام صاحبؒ کی تاریخ پیدائش اور وفات کو کسی شاعر نے اشعار میں قلمبند کیا ہے:

کان البخاری حافظاً و محدّثاً

جمع الصحیح مکمل التحریر

میلاده صدق ومدة عمره

۱۹۴

فیها حمید وانقضی فی نور

۲۵۶ ۶۲

آپکی کل عمر ۱۳ دن کم ۶۲ سال ہے۔ فتح الباری میں لکھا ہے، امام صاحبؒ کے پاس نبی ﷺ کے کچھ بال مبارک تھے۔ اپنے لباس میں رکھتے تھے۔

کتاب البخاری احوال الجامع الصحیح

نام کتاب: کتاب کا پورا نام جو مؤلف نے رکھا ہے:

الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول الله ﷺ وسننه وايامه.

بالفاظ دیگر الجامع الصحیح المسند المختصر من حديث رسول الله ﷺ وسننه وايامه.

(۱) حدیث سے مراد اقوال رسول اللہ ﷺ

(۲) سنن سے مراد افعال رسول اللہ ﷺ.

(۳) ایام سے مراد مغازی رسول اللہ ﷺ.



وجہ تسمیہ

بخاری کو صحیح اسلئے کہا جاتا ہے مصنفات میں سے پہلا مصنف ہے۔ جو صحیح حدیث کو غیر صحیح سے جدا کر کے لکھا گیا ہے۔

امت کا اتفاق

تمام علماءً کا اتفاق ہے کہ بخاری و مسلم کے تمام احادیث صحیح ہیں۔ البتہ ترجیح میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک صحیح بخاری کو ترجیح حاصل ہے۔ اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرار دیا گیا ہے۔ بعض علماءً مغارب نے فن اعتبار کے لحاظ سے مسلم کو ترجیح دی ہے۔ فن اعتبار کا مطلب یہ ہے: امام مسلم ایک باب کے اندر اس باب کے مناسب جتنے احادیث ہیں، شواہدات، متابعات وہ سب کو جمع کیا ہے۔

اس وجہ سے مسلم میں حدیث کی تلاش آسان ہے بخلاف بخاری کے۔اس میں ایک حدیث تکرار کے ساتھ مختلف مقامات میں ذکر ہوئی ہے۔ بخاری، مسلم کے احادیث کی صحت پر تمام علماء امت کا اتفاق ہے اوران پر عمل کرنا واجب ہے۔

الجامع

محدثین کی اصطلاح میں جامع اسکو کہتے ہیں جو ابواب ثمانیہ پر مشتمل ہو۔ وہ ابواب ثمانیہ اس شعر میں مذکور ہیں:

شعر

سیر آداب وتفسیر وعقائد فتن اشراط واحکام ومناقب

سیر سے مراد مغازی، آداب سے مراد اکل وشرب وغیرہ۔ اشراط سے مراد علامات قیامت، احکام سے مراد مسائل، مناقب سے مراد درجہ ومرتبہ۔ یہ ابواب ثمانیہ بخاری، ترمذی دونوں میں مذکور ہیں۔اسی وجہ سے دونوں کو جامع کہا جاتا ہے۔ مسلم کی جامعیت میں اختلاف ہے، باب التفسیر کی اختصار کیوجہ سے۔

سنن

حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں احکام ابواب فقہ کے ترتیب پر مرتب ہوں۔ صحاح ستہ میں سے ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کو سنن کہتے ہیں۔ بخاری صرف جامع کہلاتا ہے۔ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ صرف سنن کہلاتے ہیں۔ ترمذی سنن بھی اور جامع بھی کہلاتے ہیں۔ جامع اسلئے کہا جاتا ہے کہ اس میں کتاب التفسیر مفصل مذکور ہے۔

مؤلفات حدیث کے اقسام

(۱)۔ جامع۔ (۲)۔ سنن۔ (ان دونوں کی تعریف گذر گئی)

(۳)۔ المسند: حدیث کی اس کتاب کا نام ہے جس میں روایات صحابہ کرامؓ کے درجہ کے اعتبار سے مذکور ہوں ترتیب وار۔ مثلاً، پہلے ابوبکر صدیقؓ کے روایات ذکر ہوں پھر عمر بن الخطابؓ کے روایات، پھر عثمان بن عفانؓ کے روایات، پھر علی بن ابی طالبؓ کے روایات بالترتیب مذکور ہوں۔ ھلم جرا۔

(۴)۔ المعجم: محدثین کے نزدیک معجم کی تعریف راوی اپنے شیوخ کی روایات کو درجہ کے اعتبار سے بالترتیب ذکر کرے۔

(۵)۔ المفرد: راوی ایک شیخ کی روایات ذکر کرے۔ مثلاً، صرف ابوہریرۃؓ کے یا اور ایک صحابی کی روایات ثبت کرے۔

(۶)۔ الغریب: غریب کی تعریف یہ ہے کہ ایک شاگرد ایک شیخ سے اپنے تفردات قلمبند کرے۔

(۷)۔ الجزء: مسائل مین سے صرف ایک مسئلہ کے روایات جمع کرے۔ جیسے جزء القرأۃ، جزء رفع الیدین۔

(۸)۔ المستدرک: مستدرک کی تعریف وہ روایات بخاری، مسلم یا ایک کے شرط کے موافق ہوں۔ انکو ذکر کرے اور وہ روایات صحیحین میں مذکور نہ ہوں۔

(۹)۔ المستخرج: حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں دوسری کتاب کی روایات اس طرح ذکر کرے مصنف کا واسطہ نہ ہو گویا کہ اپنی سند سے نقل کر رہا ہے۔ جیسے مستخرج ابی عوانہ اور مستخرج ابی نعیم۔

فضیلت صحیح البخاری

قسطلانی میں لکھا ہے: جس کشتی میں صحیح بخاری کا نسخہ رکھا ہوا ہو وہ کشتی غرق ہونے سے محفور رہتا ہے۔

(انا اقول): جس شخص کے سینہ میں اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری کے احادیث کا علوم رکھا ہے وہ بطریق اولیٰ دنیوی اور اخروی تمام آفات اور مصائب سے محفوظ رہتا ہے۔

ارشاد الساری میں لکھا ہے: ﴿انّ الصحیح البخاری ماقُرِئ فی شدۃِ الا فرجت.﴾

ارشاد القاری میں لکھا ہے:

﴿انّه ما قرئ فی حاجۃِ الا قضیت و انه اذا قُرِئ فی بیت فی ایّام الطاعون حفظ الله تعالیٰ اهالیها من الطّاعون.﴾

سید جمال الدین اپنے استاد سید اصیل الدین سے نقل کرتے ہیں:

﴿انّه قرء صحیح البخاری نحو عشرین ومأۃ مرۃً فی الوقائع والمهمّات. قال لنفسی وللنّاس الآخرین فبِأیّتهِ نیۃِ قرئتُهٗ حصل المقصود وکفی المطلوب.﴾

ابوزید مروزی کا خواب

فتح الباری میں لکھا ہے: ابوزید مروزی فرماتے ہیں:

﴿کنتُ نائماً بین الرّکن والمقام فرئیت النّبی ﷺ فی المنام فقال لی یا ابازید الیٰ ما تدرس کتاب الشافعی ولا تدرس کتابی. فقلتُ یا رسول الله ﷺ وما کتابک؟ قال جامع محمّد بن اسماعیل.﴾

(انااقول) نبی ﷺ نے صحیح بخاری کو اپنی کتاب قرار دیدیا یہ میری کتاب ہے۔

جس سے صحت کی طرف اشارہ ہے۔صحیح بخاری کی صحت پر پوری امت کا اتفاق ہے۔

سبب تا ٔلیف

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا۔میں آپکے سامنے کھڑا ہوں،اور میرے ہاتھ میں پنکھا ہے،آپکی بدن سے مکھیاں اڑا رہا ہوں۔

عربی عبارت: **روی عنه قال رئیت النبی ﷺ فی المنام و کانّی واقف بین یدیه وبیدی مروحةٌاذبّ عنه .**

تعبیر خواب:امام بخاریؒ کے استاد اسحاق بن راھویہ نے اس خواب کی تعبیر کی۔آپ صحیح احادیث کو ضعیف اور موضوع احادیث سے جدا کرینگے۔چنانچہ اس خواب کے بعد امام صاحبؒ نے بخاری شریف کی تا ٔلیف شروع کی۔دوسری وجہ اسحاق بن راھویہ کی مجلس میں اہل مجلس کے درخواست والتماس کیوجہ سے تا ٔلیف فرمائی۔

سن تا ٔلیف

سنہ ۲۱۷ھ میں تا ٔلیف شروع کی۔آپ کی عمر اس وقت ۲۳ سال کی تھی۔

مدت تا ٔلیف

۱۶ سال میں صحیح بخاری کی تا ٔلیف مکمل ہوگئی۔تا ٔلیف سے فراغت کی سن سنہ ۲۳۳ھ ہے۔امام بخاریؒ کی عمر تا ٔلیف سے فراغت کی وقت ۳۹ سال کی تھی۔

مدت تدریس

شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے لکھا ہے:امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کو ۲۳ سال درس دیا ہے۔میں (مؤلف) تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کو ۲۸ سال درس دیا ہے۔امید ہے کہ مزید درس دینے کی اللہ تعالیٰ توفیق اور موقع عنایت فرمائینگے۔

تأ لیفِ کتاب میں اہتمام

فتح الباری میں لکھا ہے: امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ہر حدیث لکھنے سے پہلے میں غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر استخارہ کرتا تھا، ہر حدیث کی صحت پر کامل یقین حاصل کر کے لکھا ہے۔

فتح الباری کی عبارت: ﴿ وما ادخلتُ فيه حديثاً حتىٰ استخرتُ الله وصلّيت ركعتين وتيقّنت صحتهٗ . وروى عنه ما ادخلتُ في كتاب الجامع الاّ ما صحّ وتركتُ كثيراً من الصّحاح لحال الطول. ﴾

ابتدائی تصنیف کا مکان

حطیم میں بیٹھ کر حدیث لکھنا شروع فرمایا تھا۔ پھر مختلف علاقوں میں، شہروں میں حدیثیں لکھیں۔ کیونکہ مدت تأ یف ۱۶ سال ہے۔ حرمین الشّریفین میں ۴ سال یا ۶ سال قیام فرمایا تھا۔ ابواب تراجم سارے کے سارے ریاض الجنۃ میں ایک ہی مرتبہ بیٹھکر لکھے ہیں۔ اب روایات میں جمع کرنا آسان ہوگیا۔ حطیم والی روایت ابتدائی حدیث لکھنے شروع کرنے پر محمول ہے۔ اور ریاض الجنۃ روضۂ اطہر میں بیٹھکر لکھنے والی روایت ابواب تراجم پر محمول ہے۔ لہٰذا روایات میں اختلاف نہیں رہتا۔ سارے روایات صحیح ہے۔

صحیح بخاری کی روایات کی تعداد

امام بخاریؒ نے ۶ لاکھ احادیث سے چُن چُن کر صحیح حدیثیں اپنی کتاب میں درج فرمائی ہیں۔ گویا صحیح بخاری ۶ لاکھ احادیث کا لُبّ لباب ہے۔ حافظ تقی

الدین ابوعمرو عثمان بن صلاح نے مکررات کے ساتھ ۷۲۷۵ احادیث شمار کی ہیں۔ بغیر مکررات ۴۰۰۰ شمار کی ہیں۔ فتح الباری میں لکھا ہے: حافظ ابن حجرؒ نے مکررات کے ساتھ ۹۰۸۲ احادیث شمار کیے ہیں۔ بغیر مکررات ۲۵۱۳ لکھی ہیں۔ بغیر مکررات کے جو مجموعہ ہے اسکو تجرید البخاری کہا جاتا ہے۔ یاد کرنے میں آسانی کیلئے چند معلوماتی یادداشت ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

بخاری میں جملہ کتب کے عنوان ۶۹ ہیں۔ جلد اول میں ۳۴ اور جلد ثانی میں ۳۵ ہیں۔ تعداد ابواب جلد اول ۲۱۴۸ اور تعداد ابواب جلد ثانی ۱۷۵۰ ہے۔ کل تعداد ۳۸۹۸ ہے، مع احتمال القلة و الکثرة۔

اصطلاحات بخاری

محدّثین علیٰ شرط البخاری اور کہیں علیٰ شرط الشیخین کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ لفظ حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں استعمال کیا ہے۔ علیٰ شرط البخاری یا شرط الشیخین کے دو معنی ہیں۔ جمہور کے نزدیک یہ معنیٰ ہیں کہ جو رجال حدیث کے سند میں مذکور ہیں، وہ سارے رجال بخاری اور مسلم کی حدیث میں بھی مذکور ہیں۔ مع شرط الصحۃ عدالۃً وضبطاً۔

دوسری معنی: اس حدیث کے سند کے رجال ایسے قوی ہیں جیسے بخاری اور مسلم کے سند کے رجال ہیں۔

تعلیقات بخاری

تعلیق اسے کہتے ہیں کہ محدّث سند کا ابتدائی حصہ حذف کردے۔ امام بخاریؒ ایسی روایات ترجمۃ الباب میں کثرت سے ذکر کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ کی

تعلیقات مرفوع متصل کے حکم میں ہیں۔

ثلاثیات بخاری

صحیح بخاری میں ثلاثیات کی تعداد ۲۲ ہے۔ ۲۰ کی روایت کرنے والے حنفی ہیں۔ ۲ کے راوی غیر حنفی ہیں۔ پھر ۲۲ میں سے ۱۱ کے راوی مکی بن ابراہیم ہیں۔ وہ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں۔ (لامع الدراری شرح صحیح البخاری)۔

ثلاثی کی تعریف

ثلاثی اسے کہتے ہیں جس کے واسطے تین ہوں ۔ ا۔ تبع تابعی۔ ۲۔ تابعی۔ ۳۔ صحابی۔

انواع حدیث میں یہ اعلیٰ شمار ہوتا ہے۔ یعنی امام بخاریؒ اور نبی ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ حدیث اعلیٰ ہے۔ فقہ حنفی میں دو واسطے ہیں۔ ثنائی ہے۔ بلکہ وحدانی کی بھی روایت ہے۔ فقہ حنفی بطریق اولیٰ قوی اور مضبوط ہے۔

حاصل کلام: جب واسطے کم ہوں وہ حدیث زیادہ قوی شمار ہوتا ہے۔

لفظ هُوَ اور یعنی

راوی کے نام کے بعد ہُوَ یا یعنی کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ راوی کا تعیّن کرنا مقصود ہے۔ شیخ نے راوی کو مبہم ذکر کیا تھا۔ شاگرد ھُوَ یا یعنی بڑھا کر کے ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ التباس نہ رہے۔ اور نہ کذب لازم آجائے۔ شاگرد یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ یہ لفظ میرا ہے میرے شیخ کا نہیں ہے۔

مثلہٗ اونحوہٗ

شیخ جب ایک حدیث کا متن ایک سند کے ساتھ ذکر کرے، پھر اس متن کی دوسری سند ذکر کرنا چاہے سند ذکر کر کے آخر میں مثلہٗ یا نحوہٗ لکھے گا۔ دوبارہ اس متن کو ذکر نہیں کریگا۔ تاکہ بلا فائدہ تکرار نہ ہو۔ یہ چند اصطلاحات ذکر کئے گئے

تا کہ فنّ حدیث میں حدیث پڑھانے والے کو مہارت ہو۔

مذاہب الائمۃ الستۃ

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے ائمہ صحاح ستہ کا مذہب قلمبند کیا جاتا ہے اختلافی اقوال بہت سے ہیں۔ مختلف فیہ اقوال کے ذکر سے قطع نظر صرف راجح قول کو ذکر کرونگا۔

(۱)۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: امام بخاریؒ مجتہد غیر مقلد ہیں "۔

(۲)۔ فیض الباری میں لکھاہے: امام ترمذیؒ شافعی المذہب ہیں"۔

(۳)۔ امام نسائیؒ اور امام ابوداوٗدؒ حنبلی ہیں۔

(۴)۔ ارشاد القاری میں لکھاہے کہ۔" امام مسلمؒ مالکی ہیں۔ عرف شذی میں لکھاہے امام ابن ماجہؒ شافعی ہیں "۔

آداب المحدّثین

حدیث پڑھانے والے اساتذہ کرام کے متعلق سلف الصالحین اور اکابر علماً کے چند ہدایات زیر قلم لانا چاہتا ہوں، ان شاء اللہ مفید ثابت ہونگے اور حدیث پڑھانے میں برکت ہوگی اور پڑھنے والے مستفیدین کو فیض حاصل ہوگا۔

علامہ سیوطیؒ نے تدریب میں لکھاہے علم حدیث عزت اور شرف والا علم ہے۔ حدیث پڑھانے والا استاذ مکارم اخلاق اور محاسن الشیم والے صفات سے اپنے کو نوازیں، کیونکہ علوم حدیث علوم آخرت میں سے ہیں۔

ابوالحسن فرماتے ہیں: ﴿من اراد علم القبر فعلیه بالاثر من حرمه حرم خیراً کثیراً ومن رزقه نال فضلاً جزیلاً.﴾

اسلئے حدیث پڑھانے والے استاذ کیلئے ضروری ھے تصحیح نیۃ اوراخلاص.
محدث اپنے دل کو دنیا اور ادناس دنیا، حب جاہ ومال وحب ریاست سے پاک رکھیں، بلکہ اسکا اہم مقصد علم حدیث کی نشر واشاعت اور تبلیغ دین ہونا چاہئے۔
سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: میں نے حبیب بن ثابت سے حدیث سنانے کی درخواست کی، حبیب نے جواب میں فرمایا: حتیٰ تحسن النیة. پہلے اپنی نیت صحیح کر معلوم ہوا کہ حدیث پڑھنے، پڑھانے والے کی نیت صحیح ہو، تب ثمرہ حاصل ہوگی۔
﴿اوجز المسالک میں لکھاھے: وینبغی ان لا یأخذ علیه اجراً ان استطاع ذٰلک.﴾
حدیث پڑھانے والے استاذ اگر صاحب استطاعت ہے اپنی ضروریات زندگی کیلئے محتاج نہیں تو بہتر ہے کہ تنخواہ نہ لیں بلا اجرۃ حدیث پڑھائیں. ایسے استاذ سے حدیث پڑھنے میں زیادہ فیض حاصل ہوگا۔ اگر صاحب استطاعت نہیں، اس کیلئے تنخواہ دینا جائز ہے۔ مگر بقدر کناف نہ کہ اپنے کو متمول بنائیں۔ آج کل فیس لینے کا جو رواج رائج ہو کر چلا ہے یہ بالکل غیر شرعی عمل ہے، یہود اور نصاریٰ والا عمل ہے۔ اس سے دین اسلام کو نقصان پہنچتا ہے۔ قرآن اور علم کو ذریعۂ معاش بنانا انکے ذریعہ سے اپنے کو متمول بنانا تقویٰ کے خلاف ہے۔
علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: **﴿من اخذ علی التحدیث اجراً لا تقبل روایتهٗ. عن احمد بن حنبلؒ.﴾**

تطہیر اور تطییب کا اہتمام

سمعانی فرماتے ہیں: حدیث پڑھانے والے استاذ غسل یا وضوء کریں اور

مسواک لگائیں اور خوشبو استعمال کریں اور داڑھی کو کنگھی لگا کر درس حدیث شروع کریں۔ نیز حدیث پڑھنے سے پہلے درود شریف پڑھنے کا اہتمام بھی ضروری ہے۔

امام مالکؒ کا معمول تھا، باوقار طریقہ سے اپنے مسند پر بیٹھکر حدیث پڑھاتے تھے۔ راستہ چلتے ہوئے حدیث نہیں بتاتے تھے، جب امام صاحب سے پوچھا گیا وجہ کیا ہے کہ آپ چلتے ہوئے حدیث نہیں بتاتے ہیں؟ امام مالکؒ نے جواب میں فرمایا: **احبّ ان اعظّم حديث رسول الله ﷺ.**

کرمانی میں لکھا ہے: حدیث کے درس شروع کرنے سے پہلے حمد وثنائے باری تعالیٰ اور درود وسلام علیٰ سید الرسل وخاتم الانبیاء ﷺ، اور قراۃ یعنی تلاوۃ قرآن کریم اور دعاء کا اہتمام کریں۔

اوجزء المسالک میں ابن مسیب کا عمل منقول ہے، آپ لیٹے ہوئے حدیث بیان نہیں کرتے تھے، ایک مرتبہ حالت مرض میں آپ سے حدیث دریافت کیا گیا، سیدھے بیٹھکر حدیث بیان کیا۔ فرمایا: **كرهت ان احدّث عن رسول الله ﷺ وانا مضطجعٌ.**

عبداللہ بن مبارکؒ

ابن مبارک سے چلتے ہوئے راستہ میں کسی نے حدیث پوچھا، ابن مبارکؒ فرمایا:

﴿ليس هٰذا من توقير العلم. وعن مالكؒ قال مجالس العلم تحتضر بالخشوع والسكينة والوقار.﴾

اوجزالمسالک میں لکھا ہے: **﴿ويكره ان يقوم لاحد فقد قيل اذا قام القارى لحديث رسول الله ﷺ لاحد فانه يكتب عليه بخطيئة ﴾**

چونکہ حدیث کی عزت سے کسی کی عزت زیادہ نہیں ہے اسلئے درس حدیث میں کسی کیلئے اٹھنا جائز نہیں، اٹھنے والا گناہگار ہوگا۔

مجلس حدیث

درس حدیث کے دوران آواز بلند کرنا ممنوع ہے۔ استاذ حدیث کو چاہئے کہ درس حدیث کے آداب سے تلامذہ کو آگاہ کریں، آواز بلند کرنے والوں کو زجر وتنبیہ کریں۔ امام مالکؒ اسکا بہت اہتمام کرتے تھے اور فرماتے تھے: مجلس حدیث میں آواز بلند کرنا آپ ﷺ کے مجلس میں اللہ تعالیٰ نے رفع صوت سے منع فرمایا ہے۔ قوله تعالیٰ: یاایھاالّذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النّبی . نبی ﷺ کی درس احادیث کے مجلس میں بھی رفع صوت کا یہی حکم ہے۔

اوجز المسالک میں لکھا ہے: ﴿فمن رفع صوتہ عند حدیثه فکانما رفع صوتہ فوق صوته. ﴾

درس حدیث کے آداب میں سے ہے کہ استاذ تمام طلباً کی طرف یکسان بلا امتیاز توجہ کریں تا کہ تلامذہ محسوس نہ کریں کہ استاذ ریا کاری میں مبتلا ہے۔ حبیب بن ثابت فرماتے ہیں: من السنة اذا حدّث الرجل القوم ان یقبل علیھم جمیعاً

امام نوویؒ کا ارشاد اور ہدایت

﴿والاولیٰ ان لا یحدّث بحضرة من هو اولیٰ منه لسنه او علمه او غیره وقیل یکره ان یحدّث فی بلد فیه من هو اولیٰ منه وینبغی له ان یرشد الیه فالدین النصیحة. ﴾

امام نوویؒ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ ایسے آداب کو ملحوظ رکھنے والا تکبر اور اپنے کو بڑائی سے بچاتا ہے۔ جس آدمی میں عجز وانکسار زیادہ ہو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ راضی ہوتا ہے اور اس کو علم دین کا زیادہ خدمت کرنے کا موقع فراہم فرماتے ہیں:

درس حدیث کے آداب میں سے

اپنے شیوخ کی تعریف بھی ہے

کرمانی میں لکھا ہے: حدیث پڑھانے والے استاذ کو چاہئے کہ اثناء درس اپنے شیوخ کی تعریف کیا کریں.

انا اقول: اپنے شیوخ میں سے جس سے زیادہ استفادہ کیا ہے انکی علمی کمالات، مہارة، تجربہ، ذہانت اور فصاحت کو طلباء کے سامنے بیان کرنے سے طلباء میں زیادہ استفادہ کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اور درس وتدریس میں استاذ کے رضاء کو بہت دخل ہے جس شاگرد کا استاذ سے تعلق زیادہ رہتا ہے اس شاگرد کو تدریسی مواقع زیادہ فراہم ہوتے ہیں، یہ بات عقل ونقل تجربہ سے ثابت ہے، آگے باب آداب طالب حدیث میں اس پر مزید روشنی ڈالی جائیگی۔ انشاء اللہ۔

اوجز المسالک میں لکھا ہے: اپنے شیوخ کیلئے دعاء کیا کریں یہ سب سے زیادہ اس کیلئے ثناء وتعریف ہے۔ اور اس بات کا خیال رکھیں جو احادیث رخصت کے ہیں انکو عوام النّاس کے سامنے بیان نہ کریں، کیونکہ درجہ ملتا ہے عزیمت پر عمل کرنے میں رخصت پر عمل کرنا ضرورت کیلئے جائز رکھا گیا ہے۔ آج کل یہ کمزوری عوام درکنار خواص میں بھی پایا جاتا ہے۔ بلکہ رخصت پر عمل کو زندگی کا معمول بنایا گیا ہے۔ الحذر الحذر.

نشر حدیث میں دوست اور دشمن کا فرق نہ رکھیں اس فیض میں سب کو شریک کردیں۔ چہ دشمن برین خوان یغماء چہ دوست.

اور جز المسالک میں لکھا ہے: ﴿وینبغی للمحدّث ان یمسک عن التحدیث اذا خشی التخلیط بهرم او حزن او عمی .﴾

حاصل کلام: جب تخلیط کا اندیشہ ہو، کبرسنی کیوجہ سے یا اور عوارض کیوجہ سے پھر ایسی

حالت میں حدیث روایۃ کرنا چھوڑ دے بہتر ہے۔ ضعیف العمری میں حدیث روایت کرنے سے گریز کریں. الحذر الحذر.

آداب طالب حدیث

حدیث پڑھنے والے طالب کے آداب تحصیل علم میں ادب کا بڑا دخل ہے۔ خصوصاً علم حدیث کے پڑھنے والے کیلئے ادب اشد ضروری ہے جیسے کہ مشہور ہے:

بے ادب محروم گشت از فضل حق

چونکہ اعمال کا مدار اللہ تعالیٰ نے نیت پر رکھا ہے جیسے کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا: انما الاعمال بالنیة. اعمال مقصودی جتنے اعمال ہیں خواہ بدنی ہوں یا مالی یا مشترک من البدنی والمالی بغیر نیۃ کے اداء نہیں ہوسکتے نہ عنداللہ مقبول ہونگے نہ مکلّف بری الذمہ ہوگا۔ غیر مقصودی اعمال بغیر نیۃ کے اداء ہوجاتے ہیں مگر اجر اور برکت سے خالی بے بہرہ رہ جاتے ہیں۔ اسلئے طالب حدیث اپنی نیت صحیح کریں کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کے رضاء کیلئے حدیث پڑھ رہا ہوں اور کوئی دنیاوی غرض لالچ نہیں رکھتا ہوں۔

تصحیح نیت اور اخلاص کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، توفیق تسدید تیسیر کا کیونکہ بغیر اللہ تعالیٰ کے توفیق کا انسان کچھ نہیں کرسکتا ہے۔ پھر تمام مشاغل سے اپنے کو تحصیل حدیث کیلئے فارغ رکھے۔ کرمانی میں لکھا ہے: اپنے شہر کے ایسے شیخ سے حدیث پڑھے جو سب سے زیادہ اعلیٰ ہوں سنداً وعلماً وشہرةً ودیناً۔ فتح الباری میں لکھا ہے: ان العلم انما یؤخذ من الاکابر.

فتح الباری میں ابو امیة الجمحی سے روایۃ نقل کیا ہے:

انّ رسول الله ﷺ قال انّ من اشراط الساعة ان يلتمس العلم عند الاصاغر.

کرمانی میں لکھا ہے:وینبغی ان یّعظّم شیخه ومن یسمع منه فذلک من اجلال العلم واسباب الانتفاع ویعتقد جلالة شیخه ورجحانه ویتحریٰ رضاه. صرف شیخ کے تعظیم اوراجلال پراکتفاءنہ کریں۔ بلکہ دوسرے طالب حدیث کو بھی ترغیب دیدیں، تاکہ دوسرے طلباء شیخ کے استفادات سے محروم نہ رہیں۔

کرمانی میں لکھا ہے:وینبغی له اذا ظفر بسماع ان یرشد الیه غیره فان کتمانه لؤم یقع فیه جهلة الطلبة فیخاف علی کاتمه عدم الانتفاع فان من برکة الحدیث افادته' وبنشره ینمی ویحذر کل الحذر من ان یمنعه الحیاء والکبر من السعی التام فی التحصیل.

مذکورہ بالا عبارات کا حاصل یہ ہے کہ حدیث پڑھنے والے طالب علم کیلئے ضروری ہے کہ استاذ حدیث کی تعظیم اوراکرام کوملحوظ رکھے اورانکے رضاء و خوشی کومطلوب بنائے، کیونکہ استاذ کی رضاءمندی کوتحصیل علم میں بہت دخل ہے۔ دوسرے طلباء کوبھی شیخ کے درس کیطرف ترغیب دیکر متوجہ کریں، تاکہ کتمان علم سے بچ جائے۔

کرمانی میں لکھا ہے: شیخ سے استفادہ میں دشواری،تکلیف پیش آجائے برداشت کرے، کیونکہ تحصیل علم میں مشقت برداشت کرناباعث برکت ہے۔

کرمانی کی عبارت:لیصبر علی جفاء شیخه وقال یحییٰ بن کثیر لا ینال العلم براحة الجسم. وقال الشافعیؒ لا یفلح من طلب هٰذ العلم

بالتملل وغنى النفس ولكن من طلبه بذلة النفس وضيق العيش.

شعر

بقدرالكدّ تكتسب المعالى　　من طلب العلیٰ سهر الليالى

﴿قال ابن عباسؓ مذاكرة العلم ساعة خير من احياء ليلة. وقال ابو سعيدالخدریؓ مذاكرة الحديث افضل من قرأة القرآن قال الزهرى آفة العلم النسيان وقلة المذاكرة.﴾

شیخ کی تعظیم کے متعلق شیخ الادب مولٰنا اعزاز علیؒ دیوبندی فرماتے ہیں

﴿عليک بتعظيم الكتب والاساتذه بل كل من فاق علماً وزكاءً.﴾

تعلیم المتعلم میں لکھا ہے: شمس الائمۃ الحلوانی بخاریؒ سے نکل کر کسی قریہ گاؤں میں سکونت اختیار کیا، تلامذہ زیارت کیلئے آتے تھے، ملاقات کرتے تھے۔ تلامذہ میں سے قاضی ابوبکر ملاقات میں تاخیر سے آتے استاذ نے وجہ پوچھا قاضی صاحب نے جواب میں خدمت والدہ کا عذر پیش کیا، حلوانی نے فرمایا: ﴿ترزق العمر ولا ترزق رونق الدرس﴾۔ قاضی صاحب کو درس کا رونق حاصل نہیں ہوسکا۔

اور جز المسالک میں لکھا ہے: ﴿من لايعرف لاستاذه لا يفلح ويتحرىٰ رضاه ويحذر سخطه.﴾

بیہقی حضرت عمرؓ سے موقوف حدیث روایۃ کیا ہے: تواضعوا لمن تعلّمون منه. امام الائمۃ امام الاعظم امام ابوحنیفۃؒ سے دریافت کیا گیا آپ اس

بڑے منصب پر کس طرح پہنچے؟ جواب میں فرمایا:

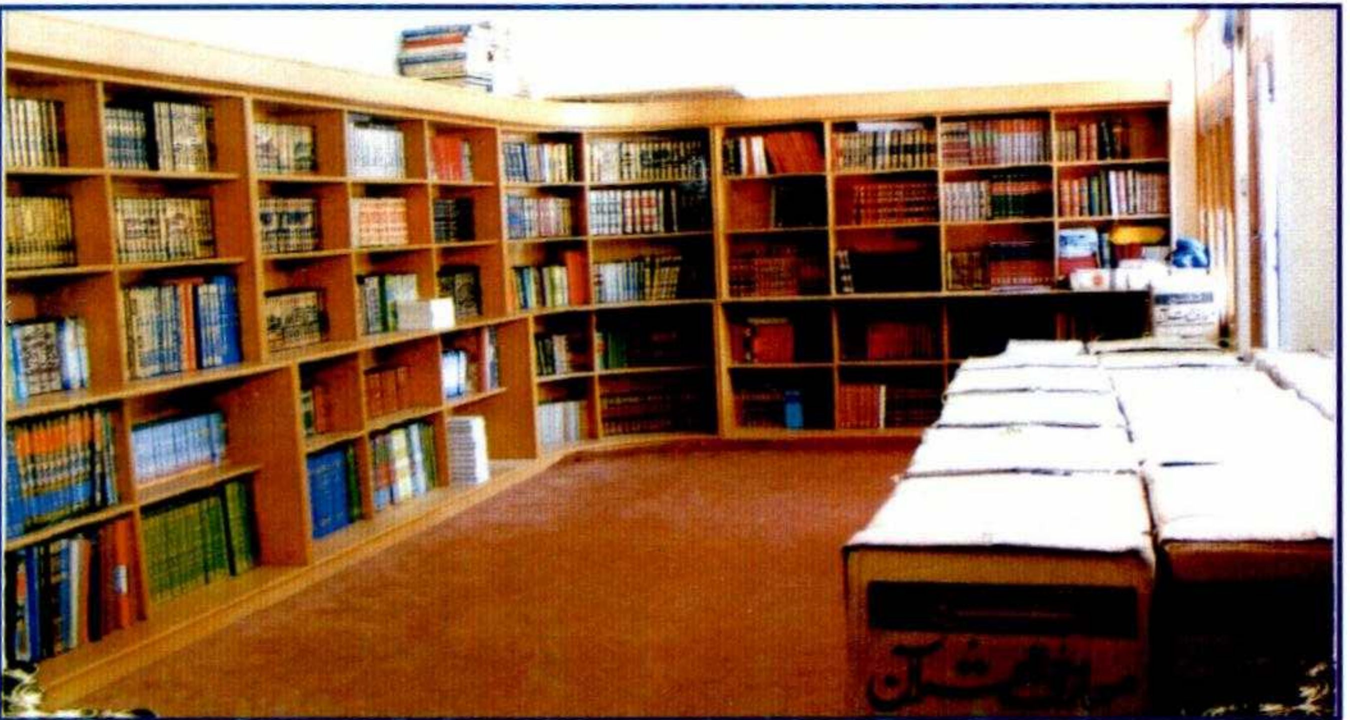
﴿مابخلت بالافادة ولا استحييت من الاستفادة. وعن الاصمعیؒ ذلة السوال خير من ذلة الجهل مدّة عمره.فيض الباری ﴾

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: من بخل بالعلم ابتلی بثلاث اما ان يموت فيذهب علمه او ينسیٰ او يتبع الشيطان . فيض الباری.

واللہ اعلم وعلمہ اکمل واتم

﴿اشكر اعزّ اصحابی علیٰ عالم الصالح الاستاذ ورئيس المدرسين بجامعة الاسلامية المفتاح العلوم ، الشيخ عبدالملک آفندی . حيث قام عن ساعد الجدّ لاستنساخ مااستأنفهُ من العمل صباحاً ومساءً ، ليلاً ونهاراً باخلاص ٍونشاطٍ وفّقه الله للخيروصانهٗ عن الشرّ والضرّ وزانهٗ باخلاق الثمين الدر تمت مقدمة الكتاب بعون ملک يوم الحساب. يوم الجمعة ستة عشر من الصفر المظفر ١٤٣٢ھ ، ٢١ جنوری ٢٠١١ ع.﴾





جامعہ کا کتب خانہ



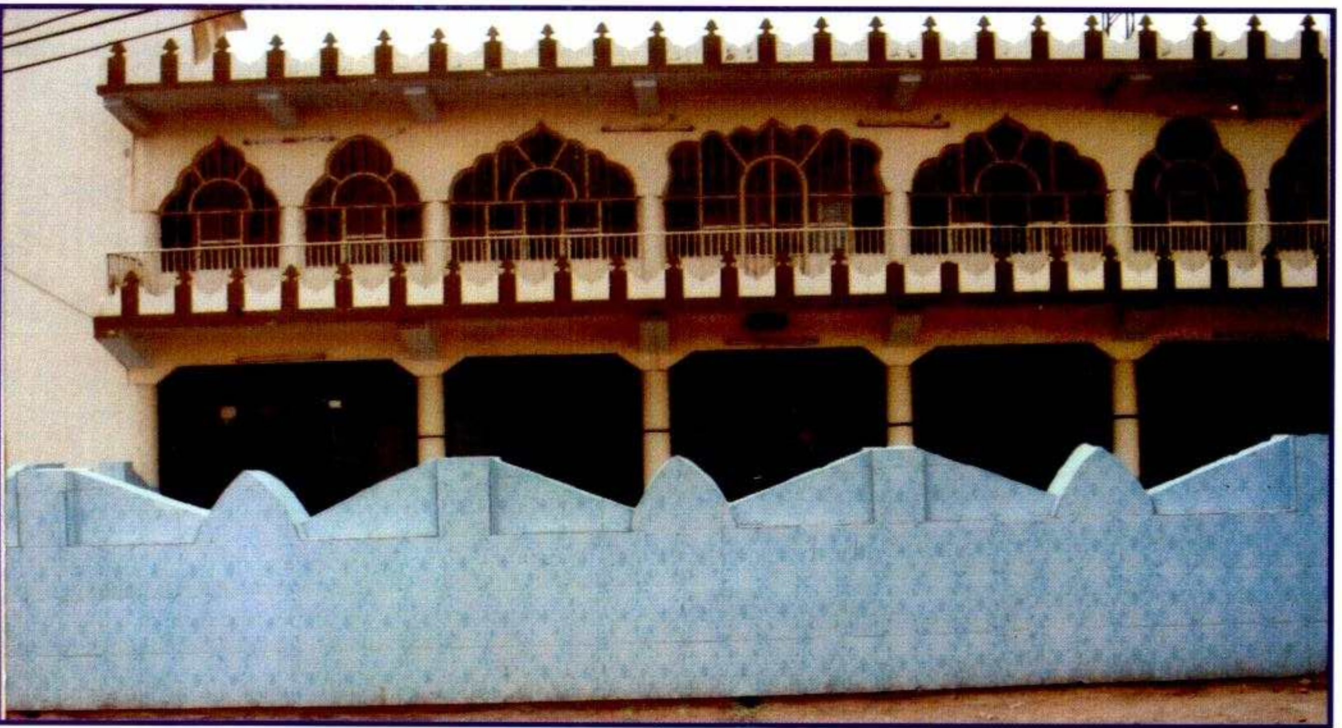
جامعہ کا ایک اور خوبصورت منظر



دارالحدیث کا بیرونی منظر



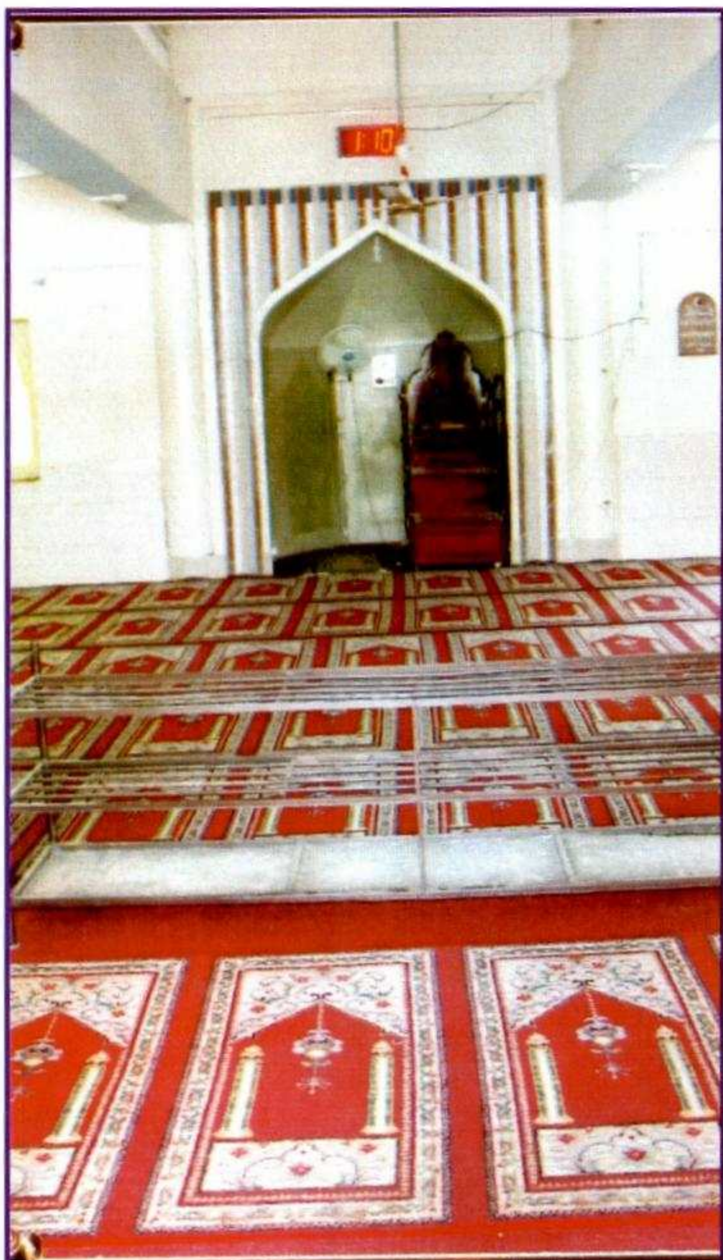
مسجد شریف کا اندرونی منظر



جامع مسجد کا بیرونی منظر



جامعہ کا برانچ نزد مگسی ہاؤس سریاب کوئٹہ



مسجد شریف کا اندرونی منظر



دارالافتاء ودارالانتظام



دارالاقامہ کا برآمدہ جس میں جامعہ کا خصوصی دفتر بھی ہے



دارالحدیث کا اندرونی منظر



جامعہ کا برانچ دارالایتام جو کہ زیر تعمیر ہے



جامعہ کا برانچ دارالایتام چکی شاہوانی سریاب



جامعہ کا برانچ دارالایتام کی جامع مسجد



دارالاقامہ کا بیرونی منظر



جامع مسجد کا بیرونی منظر



جامعہ کا صدر دروازہ